جلد 27 شمارہ 11 ماہ نومبر 2025ء جمادی الاول 1447ھ

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا

صداقت

الله

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ہے عرش بھی نیچا جو ہو پرواز مسلسل

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لا حاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالیٰ کی رضا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیّت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاری رح
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈار رح
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ : جناب محمد یعقوب توحیدی شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: سید محمد عبداللہ بخاری 0301-7705388

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

شفیق احمد، وحید احمد، پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
خالد محمود بخاری
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فهد محمود ، محمد رياض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
info@tauheediyah.com :ای میل Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے ❀❀❀ سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

پیامِ قرآن

وَلاَ تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُونَ أَنفُسَهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ مَن كَانَ خَوَّانًا أَثِيمًا۔ (سورۃالنساء۴: آیت ۱۰۷)

جو لوگ اپنے نفس سے خیانت کرتے ہیں تم ان کی حمایت نہ کرو۔ اللہ کو ایسا شخص پسند نہیں ہے جو خیانت کار اور معصیت پیشہ ہو۔

لاَّ يُحِبُّ اللّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوَءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلاَّ مَن ظُلِمَ وَكَانَ اللّهُ سَمِيعًا عَلِيمًا۔ إِن تُبْدُواْ خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُواْ عَن سُوَءٍ فَإِنَّ اللّهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا۔ (سورۃالنساء۴: آیات ۱۴۸۔۱۴۹)

اللہ اس کو پسند نہیں کرتا کہ آدمی بدگوئی پر زبان کھولے، الا یہ کہ کسی پر ظلم کیا گیا ہو، اور اللہ سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔ اگر تم ظاہر و باطن میں بھلائی ہی کیے جاؤ یا کم از کم برائی سے درگزر کرو تو اللہ بڑا معاف کرنے والا ہے، پوری قدرت رکھتا ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ لاَ تُحَرِّمُواْ طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللّهُ لَكُمْ وَلاَ تَعْتَدُواْ إِنَّ اللّهَ لاَ يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ۔ (سورۃالمائدہ۵: آیت ۸۷)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مت حرام کرو پاکیزہ اس چیز کو کہ حلال کیا اللہ نے واسطے تمہارے، اور مت نکل جاؤ حد سے، تحقیق اللہ حد سے نکل جانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

فرمانِ نبوی ﷺ

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ کے زمانے میں سورج کو گرہن لگا تو آپﷺ نے نماز پڑھی تھی۔ آپﷺ نے اتنا لمبا قیام کیا کہ اتنی دیر میں سورۃ بقرہ پڑھی جا سکتی تھی۔ پھر آپﷺ نے رکوع لمبا کیا اور اس کے بعد کھڑے ہوئے تو اب کی مرتبہ بھی قیام بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم پھر ایک دوسرا لمبا رکوع کیا جو پہلے رکوع سے کچھ کم تھا پھر آپﷺ سجدہ میں گئے، سجدہ سے اُٹھ کر پھر لمبا قیام کیا لیکن پہلے قیام کے مقابلے میں کم لمبا تھا پھر ایک لمبا رکوع کیا۔ یہ رکوع بھی پہلے رکوع کے مقابلے میں کم تھا۔ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد آپﷺ بہت دیر تک کھڑے رہے اور یہ قیام بھی پہلے سے مختصر تھا۔ پھر (چوتھا) رکوع کیا یہ بھی بہت لمبا تھا لیکن پہلے سے کچھ کم۔ پھر آپﷺ نے سجدہ کیا اور نماز سے فارغ ہوئے تو سورج صاف ہو چکا تھا۔ اس کے بعد آپﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ سورج اور چاند دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں اور کسی کی موت وزندگی کی وجہ سے ان میں گرہن نہیں لگتا اس لئے جب تم کو معلوم ہو کہ گرہن لگ گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ! ہم نے دیکھا کہ (نماز میں) اپنی جگہ سے آپﷺ کچھ آگے بڑھے اور پھر اس کے بعد پیچھے ہٹ گئے۔ آپﷺ نے فرمایا کہ میں نے جنت دیکھی اور اس کا ایک خوشہ توڑنا چاہا تھا اگر میں اسے توڑ سکتا تو تم اسے رہتی دنیا تک کھاتے اور مجھے جہنم بھی دکھائی گئی میں نے اس سے زیادہ بھیانک اور خوفناک منظر کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے دیکھا اس میں عورتیں زیادہ ہیں۔ کسی نے پوچھا یا رسول اللہﷺ! اس کی کیا وجہ ہے؟ آپﷺ نے فرمایا کہ اپنے کفر (انکار) کی وجہ سے۔ پوچھا گیا: کیا اللہ تعالیٰ کا کفر (انکار) کرتی ہیں؟ آپﷺ نے فرمایا کہ شوہر کا اور احسان کا کفر کرتی ہیں۔ زندگی بھر تم کسی عورت کے ساتھ حسن سلوک کرو لیکن کبھی اگر کوئی خلاف مزاج بات آ گئی تو فوراً یہی کہے گی کہ میں نے تم سے کبھی بھلائی نہیں دیکھی۔

(کتاب الکسوف، صحیح بخاری)

ندائے عارف

(فرمودات شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ قبلہ محمد یعقوب صاحب توحیدی مدظلہٗ)

(ماجد محمود توحیدی)

☆ ایک بھائی جو شوگر کے عارضہ میں مبتلا تھے اور انہوں نے دل کے بائی پاس کے بعد کمزوری کے باوجود روزہ رکھا تو ان کے صاحبزادے سے فرمایا:
شعبان میں روزے مت رکھا کرو تاکہ رمضان کی تم تیاری کر سکو۔ یہ ساری حضور اقدس ﷺ کی Golden باتیں ہیں۔ روزہ اگر اتنا آسان ہوتا تو ایسے نسخوں کے لئے نہ آتا۔ شعبان میں روزے رکھنے سے منع فرما دیا کہ مت رکھا کریں تاکہ رمضان کے لئے آپ صحت مند اور تندرست ہوں۔ اس عمر میں یہ برداشت نہیں کر پائیں گے، انہیں روزے مت رکھاؤ اللہ خیر کرے، اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے، دعا کرتے رہیں گے، ان کی خوراک کا خیال رکھیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ جیسا گمان آپ کا میرے بارے میں ہوگا میں ویسا ہی آپ سے ملوں گا۔ ہمیشہ حسن ظن رکھا کرو۔

☆ روزہ کے بارے میں بابا جی ڈار صاحب کا بڑا اچھا مضمون تھا، اب وہ کتاب میں شامل ہو گیا ہے اسے پڑھا کریں۔ اس میں ہمارے لئے یہی پیغام ہے کہ روزہ رکھیں، بھوکے مت رہیں۔ یہ ایسی تاریخی باتیں یاد کریں اور انہیں استعمال کریں۔

☆ فقیر جو ہے وہ کچھ دینے میں خوش ہوتا ہے، کچھ لینے میں خوش نہیں ہوتا۔فقیر کو تو آپ دس باتیں زیادہ سنائیں تو چپ کر کے سُن کے پھر کہے گا کہ **السلام علیکم** بھائی۔ آپ کی طبعیت کیسی ہے؟ پھر پوچھتا ہے، اس کی بیمار پری کرتا ہے، اُسے دیکھتا ہے، اُس کا خیال کرتا ہے۔اور کسی کی کوئی بری سے بری بات بھی دل میں آئے تو اسے فوراً جھڑک کے اُس کے لئے دعائیں کرنا شروع کر دیتا ہے اور اُس کے پاس دس مرتبہ جاتا ہے کہ میرے ذہن میں ایسی بات آئی کیوں ۔ یہ فقیری ہوتی ہے۔اگر فقیری کرنی ہے، فقر کے سلسلے میں آنا ہے تو یہ ساری باتیں سیکھنی پڑیں گی ۔یہ ساری باتیں سیکھیں اور آپ خادم حلقہ ہیں، آپ کو تو ہر بچے کا پتا ہونا چاہئے، ہر آدمی کا کہ وہ کیسا ہے؟ کہاں ہے؟ کیا کرتا ہے؟ بیمار ہے، بھوکا ہے، ننگا ہے، یا کھاتا پیتا ہے، یہ ساری باتیں آپ کو پتا ہونی چاہئیں اور آپ کے بس میں جو کچھ ہو وہ آپ کو کرنا چاہئے ۔یہ خادم حلقہ کی Duties میں ہے۔

(کسی کا نام لیا کہ)اُس کا پتا کرو اور اُس سے اپنی پہلی باتوں میں غفلت کی معافی مانگو کہ میں آ نہیں سکا، مجھے معاف کر دینا۔آپ کو اس کا درجہ مل جائے گا، وہ بھی خوش ہو جائے گا اور اللہ میاں بھی خوش ہو جائے گا۔

یہ اللہ میاں کو خوش کرنے کے بہانے ہوتے ہیں، یہ بہانے تلاش کرو اور جہاں بہانہ ملے اُسے Avail کرو۔ پتا نہیں کون سی بات اللہ میاں کو پسند آ جائے، وہ راضی ہو جائے تو اس سے بڑی بات اور کیا ہوگی؟ آپ کو اس سے بڑا تحفہ اور کیا ملے گا کہ اللہ راضی ہو گیا۔

☆ نیک لوگوں کی اولاد کے نیک ہونے کی بات ہوئی ۔اس بارے میں سوال پر فرمایا:

بہت کم ہوتا ہے کہ کسی کو سرکشی سے موقع ملے ورنہ عام طور سے نیک آدمی کی اولاد

نیک ہی ہوتی ہے۔آپ اپنے خاندان میں دیکھیں۔عام طور سے اچھے لوگ ہی اچھے لوگوں کی اولاد ہوتی ہے۔بہت کم ہوتا ہے کہ اللہ میاں نے اُس کی قسمت میں کچھ اور لکھا ہوتا ہے کہ دوسرا رستہ اختیار کر لیتا ہے ورنہ عام طور سے نیک لوگوں کی اولاد نیک ہی ہوتی ہے۔اور اللہ تعالیٰ اُن کا باقاعدہ خیال بھی رکھتا ہے۔یہ بھی نہیں کہ اللہ میاں بھی چھوڑ دیتا ہے۔ سورۃ الکہف پڑھیں ناں اُس میں جو دیوار کے متعلق ہے کہ خضر علیہ السلام کو بتایا گیا کہ اس دیوار کے نیچے یتیموں کا خزانہ ہے اور ان کا باپ نیک آدمی تھا اس لئے اُنہوں نے وہ دیوار بنا کے ٹھیک کی کہ وہ خزانہ ان کے لئے محفوظ رہے اور ان لوگوں تک پہنچ سکے۔یہ اللہ میاں کا انتظام تھا۔نیک لوگوں کا صرف یہ نہیں کہ ان کی اولاد بھی نیک ہوتی ہے بلکہ اللہ میاں بھی اُن کا خیال رکھتا ہے۔یہ یاد رکھیں کہ اللہ میاں ایسی باتوں کا بہت خیال رکھتا ہے۔

بس یار ویسے اللہ اللہ ہے۔آپ کربلا میں جا کے دیکھیں نبی کی اولاد کے ساتھ کیا بنا، یہ اللہ ہی تھا۔اور تو کوئی نہیں کر سکتا تھا۔اتنا بڑا امتحان پھر کسی نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔ بس اللہ میاں سے ڈرتے رہا کریں۔بس پیار والا ڈر نا۔ڈر اُس بات کا کہ بس ہم سے ناراض نہ ہو جائے اور ہمارے ساتھ کیا، یہ موت تو ایک دفعہ آنی ہی آنی ہے، بس وہ ناراض نہ ہو جائے کہیں۔اس بات سے ڈرا کریں اور بس پیار کیا کریں۔اللہ آپ سب کو پیار کرنے کی ہمت دے اور حوصلہ دے۔

☆ انبیاء کی تربیت سے متعلق سوال کیا گیا تو فرمایا:

ان کے جتنے امتحان ہوتے ہیں یہ بالکل ان کی تربیت کا حصہ ہوتے ہیں۔ان کی تربیت ہوتی ہے۔تربیت کے بغیر اتنے بڑے لوگ نہیں بن سکتے۔تربیت ضروری ہوتی ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ باباجیؒ نے اپنی کتاب میں نوٹ کیا ہے۔یہ جو گلہ بان ہوتے ہیں یہ عام طور سے بکریاں چراتے ہیں۔انبیاء نے بھی یہ کیا۔موسیٰ علیہ السلام کے ذمہ بکریاں چرانا لگائی ہوئیں تھیں تو ایک دفعہ ایک بکری بگڑ گئی یا بگاڑ دی گئی۔آگے آگے وہ بکری اور پیچھے پیچھے وہ موسیٰ علیہ السلام۔وہ کانٹوں اور جھاڑیوں میں گھستی ہوئی اپنے آپ کو خراب کرتی ہے اور کانٹے پورے جسم میں لگ جاتے ہیں اور موسیٰ علیہ السلام کا بھی یہی حال ہے آخر تھک کے وہ کھڑی ہوگئی تو آپ علیہ السلام نے اُسے پکڑا، سینے سے لگایا اور اسے کہتے ہیں کہ اے بکری تو نے اپنے آپ کو خراب کیا، کیا ہو جاتا اگر پہلے میرے ہاتھ آجاتی، میں نے تمہیں مارنا تھوڑا تھا۔یہ کیا اپنے آپ کا تم نے حال بنا دیا ہے۔اس کے کانٹے ہٹاتے ہیں، پیروں سے، جسم سے۔کہتے ہیں کہ فرشتے یہ دیکھ کے حیران ہوگئے کہ یہ آدمی کون ہے؟ انہوں نے اللہ میاں کے سامنے یہ بات پیش کی کہ یا اللہ یہ شخص کون ہے، اسے تو نبی ہونا چاہئے۔ ایک جانور کے ساتھ اتنا پیار کر رہا ہے، اتنے کانٹے چن رہا ہے، اور اسے اُٹھا کے لے کے چلا گیا ہے۔اللہ میاں نے یہی کہا کہ یہ نبی ہے مگر یہ ابھی Under training ہے۔

ان کی Training ہوتی ہے۔دنیا میں بھی Training ہوتی ہے اور اُدھر پہلے سے ان کا جو Structure یا دماغ ہے یا سوچ جو ہے وہ نیک بنائی ہوتی ہے اور اس کو پھر دنیا کے امتحانات میں شامل کر کے Implement کیا جاتا ہے اور اللہ میاں انہیں بناتا ہے۔

ایسے ہی دیکھیں اسماعیل علیہ السلام کو جب انہوں نے اللہ کا حکم سنا تو فرمایا کہ آپ فکر مت کریں، مجھے آپ صابروں میں سے پائیں گے۔مجھے لٹائیں، میرا منہ زمین کی طرف کریں اور اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لیں۔یہ سارا کچھ اُنہوں نے سکھایا۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندی

یہ تو اللہ میاں نے پہلے سے سارا سکھایا بھی ہوتا ہے اور جو کمی رہتی ہے وہ دنیا میں سکھاتا رہتا ہے۔

☆ تقویٰ کے مدارج سے متعلق سوال کیا گیا اور پوچھا گیا کہ یہ کیسے حاصل کریں تو اس کے جواب میں فرمایا:

تقویٰ میں بھی مدارج ہیں۔ اس میں یہ ہے کہ ہم لوگ چونکہ ٹریننگ میں ہیں، ہمیں اس میں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی جو ہاتھ آنے والی ہوا سے ضرور حاصل کریں، وہ ہم سے جانے نہ پائے۔ اور چھوٹی سے چھوٹی برائی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

تقویٰ میں یہ ہے کہ آپ رستے میں جائیں اور آپ کو رستے میں پڑا ہوا کوئی کانٹا یا پتھر جو لوگوں کی تکلیف کا باعث بنتا ہو ملے تو وہ آپ بسم اللہ پڑھ کے اُٹھا کے پھینک دیں تو یہ بھی تقویٰ ہے۔ اسی طرح چھوٹی چھوٹی باتیں حاصل کریں اور جو بھی آپ کو نیکی لگے اس نیکی کو حاصل کریں اور اپنی نیکیوں کے کھاتے کا اسے حصہ بنا لیں کہ آئندہ بھی ایسے کوئی موقع ملے تو میں اسے بالکل نہیں چھوڑوں گا، یہ میرا حصہ ہو گیا۔ اور برائی ظاہر ہے انسان سے ہوتی رہتی ہے۔ کوئی ایسی غلطی ہو تو اس کو فوراً چھوڑ کے اللہ سے وعدہ کر لیں کہ یا اللہ مجھ سے آج یہ ہو گئی، مجھے معاف کر دے میں آئندہ کے لئے یہ کبھی بھی نہیں کروں گا۔ یہ بھی اپنی زندگی کا حصہ بناتے جائیں اور یہ ان میں کمی کبھی نہیں آئے گی اور مرنے تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور آپ کے مرنے تک تقویٰ کے جو مدارج ہیں تو وہ بڑھتے رہیں گے ان شاء اللہ۔

☆ رمضان المبارک تو حیدی کیسے گزاریں؟ اس سوال کے جواب میں فرمایا:

اس میں ہم نئی باتیں کیا کریں؟ میں نے یہی کہا تھا کہ ہمارے پاس اپنا جو Schedule انصاری صاحبؒ کا دیا ہوا ہے ہم اگر اسے ہی صحیح طریقے سے پورا کریں تو ہمیں اور کسی بات میں جانے کی ضرورت ہے اور نہ ہمیں اس کے لئے اس کا وقت ملے گا۔

یہ جو ذکر ہے یہ تو ہماری زندگی کا حصہ ہے۔ اسے کیسے نظر انداز کر دیا جائے کہ ذکر نہ ہو، پاس انفاس میں ویسے بھی Regularity خوش قسمت کو ہی ہوتی ہے لیکن ذہن میں تو بہر حال ہوتا ہے کہ میں نے پاس انفاس بھی کرنا ہے۔ اور یہ نفی اثبات کا ذکر نہ ہونا تو جرم ہے۔ ہمارے نزدیک یہ جرم ہے۔ یہ نا قابل معافی ہے۔ لوگ پتا نہیں اور کیا کیا کرتے ہیں، ہم نے وہ سب باتیں نظر انداز کر دی ہیں تو صرف توحیدی تعلیم کو پہلے سے Double کر لیں۔ اس میں اپنے آپ کو Involve کر لیں، ادھر اُدھر ملنے نہ پائیں کہ ہم نے یہ ضرور کرنا ہے۔

ایسا ہم سوچیں ہی کیوں اور یہ سوچ بھی ہمیں کیوں آئے کہ ہم نے ذکر آج نہیں کرنا، ہم تھکے ہوئے ہیں یا اور کچھ ہے۔ ایسی سوچ بھی غلط ہے۔ اس لئے اپنی تعلیم پر زور دیں۔ اور کچھ ہو یا نہ ہو، اپنی تعلیم کو نظر انداز ایک لمحے کے لئے بھی نہیں کرنا۔ یہ بڑا ضروری ہے۔ اس کو نظر انداز نہیں کرنا۔ میری سارے بھائیوں سے Request ہے اور میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ مجھے بھی اس قابل بنائے کہ میں بھی اللہ کی یاد اس طرح کر سکوں جیسے آپ کرتے ہیں۔

ایک دوسرے کے لئے دعا کیا کریں اور یہ تو اپنے ذہن میں بھی کبھی نہیں لانا کہ آج میں تھکا ہوا ہوں۔ مجھے یاد ہے کہ باباجی نے بات کی۔ رمضان کا مہینہ تھا۔

رسالدار صاحبؒ، ان کے ایک بھائی اور باباجیؒ اکٹھے بیٹھے ہوئے کچھ کر رہے تھے۔ رسالدار صاحبؒ کے جو بھائی تھے انہوں نے کہا کہ بھائی صاحب آج تو میں تھک گیا ہوں۔ رسالدار صاحبؒ ایسے اچھلے، اس کا نام لیا اور کہا کہ یہ تو مر گیا ہوتا تو اچھا تھا بجائے اس کے کہ یہ کہتا کہ میں تھک گیا ہوں۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ میں تم سے بڑا بھی ہوں، میں روزے سے بھی ہوں۔ میں یہ کر رہا ہوں، میں یہ نہیں کہتا کہ میں تھک گیا ہوں تم کل کے لونڈے ہو اور یہ کہتے ہو کہ میں تھک گیا ہوں۔ تھکاوٹ کیا ہوتی ہے؟ خوب اُسے جھاڑا کہ یہ تھکاوٹ کیا ہوتی ہے؟ تم مر گئے ہوتے تو وہ اس سے اچھا تھا بجائے اس کے کہ میں تھک گیا ہوں۔

یہ تھکاوٹ، یہ اکساہٹ اور ایسی چیزیں اپنے قریب بھی مت آنے دیا کریں۔ یہ سب چونچلے ہیں۔ آپ لوگ ماشاء اللہ ان چونچلوں سے اوپر چلے گئے ہیں۔ چونچلوں کو مت ہاتھ لگنے دیں۔ ان کو دور پھینکیں۔ اپنے آپ کو خالص بندہ بنائیں۔ خالص اللہ کا بندہ۔ اللہ کا بندہ صرف اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ وہ اپنا کسی غور و فکر کا یا اچھائی برائی کا یا کسی دوسرے کی اچھائی برائی کا بندہ نہیں ہوتا، وہ اللہ کا بندہ ہوتا ہے۔ اللہ کا بندہ ایک ہی سوچتا ہے کہ مجھ سے اللہ کیسے راضی ہو۔ بس اس کی سوچ یہی ایک ہوتی ہے۔ اللہ کے بندے بنو۔

☆ کسی کی بھی برائی کے بدلے اچھائی کرنا۔ اگر ہم یہ ایک بات ہی سیکھ لیں۔ حضور اقدس ﷺ کی سب سے اچھی سنت کہ برائیوں کے بدلے اچھائیوں سے پیش آنا اور اچھائیاں کرنا۔ یہ ایک اپنا اصول بنالیں تو آپ لوگ ان شاء اللہ فقیری میں قدم رکھ کے آگے تک چلے جائیں گے۔

صرف ایک بات۔ سب لوگ یہ تہیہ کرلیں کہ آج سے میں نے کسی برائی کا بدلہ

برائی سے نہیں دینا، بلکہ اچھائی سے دینا ہے۔بس۔ یہ ایک کام اپنے ذمے لگالیں اوراپنی منزل طے کرلیں ۔آپ راکٹ کی Speed سے جائیں گے۔

یہ حضور اقدس ﷺ کی سب سے پیاری سنت ہےاور اگر آپ لوگ غور کریں تو آپ ﷺ کی پوری زندگی اسی پرمحیط ہے۔اس میں بڑی بات ہے۔اللہ تعالیٰ خوش ہوگا،اللہ کا رسول خوش ہوگااور آپ لوگ ایک نئی زندگی پائیں گےاوراس میں ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی بڑی اچھی ترقی ہوگی۔یہ اس رمضان میں ہی اختیار کرلیں۔اسے شروع کرلیں کہ میں نے آج کے بعد کسی اپنے، پرائے، کسی غیر، کسی کی برائی کے بدلے میں اچھائی کرنی ہے، برائی نہیں کرنی۔بس یہ فیصلہ کرلیں۔

☆ فقیر کا یہ ہے کہ اُسے معلوم ہونا چاہئے کہ تو فقیر ہےتو کوئی اتنی بڑی چیز نہیں ہے۔فقیر ہےتو ۔تمہیں ایسا سوچنا ہی نہیں چاہئے کہ اس نے مجھے یہ کہا تو میں اس کا بدلہ بھی ایسا ہی دوں۔

ظاہر ہے وہ تو بڑا آدمی ہے جس نے یہ ایسی بات کہہ دی۔تو فقیر آدمی ہے تمہیں اُسے نہ صرف یہ کہ اس کی اس بات کونظر انداز کرنا ہے بلکہ اُس کے لئے دعا کریں کہ یا اللہ تو اسے معاف کردے اورباقی بھی اُس میں کوئی غلطی ہوتو اس کے لئے دعا کریں اور ساتھ اپنے لئے بھی دعا کریں کہ جیسے آپ نے فرمایا کہ یہ دعا اللہ میاں کے سامنے التجا ہےاور درخواست ہوتی ہے کہ ہم سے یہ غلطی ہوگئی ہے،اس غلطی کا مداوا آپ اپنے فضل وکرم سے کرلیں اور ہمیں معاف کردیں بس۔اللہ سے معافی کی درخواست ہر وقت کرتے رہنا چاہئے کیونکہ وہ اللہ ہے،ہم کچھ بھی نہیں ہیں ۔اللہ اللہ ہے۔

☆ پوچھا گیا کہ آپ کہتے ہیں کہ گالیاں سن کے دعائیں دو،دوسرے طرف خودی،خود

داری، اور عزت نفس بھی اخلاقی خوبیوں سے ہیں تو ان کے درمیان لائن کہاں لگائیں؟ اس کے جواب میں فرمایا:

جتنا مشکل وہ کام ہے کہ گالیاں سن کے دعائیں دو، جتنا مشکل وہ ہے، اتنا مشکل یہ سوال بھی ہے کہ لائن کہاں Draw کی جائے کہ جہاں سے آپ آگے نہ بڑھیں۔ اپنی انا کو بھی قائم رکھیں اور اگلے کی عزت بھی کریں۔ یہ بچوا ایسا ہے کہ آپ کی عزت میں اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اگر آپ ایسا کریں گے کہ گالیاں سن کر دعائیں دیں تو آپ یہ اس Confidence سے کریں گے کہ آپ کا یہ کرنا اگلے کو محسوس بھی نہیں ہوگا کہ اس نے یہ گر کے یا لیٹ کے یہ بات کی ہے۔ یہ آپ کے کہنے اور کرنے کا انداز ہوگا۔ آپ ایسے طریقے سے ایسا کریں گے کہ وہ یہ سوچ بھی نہیں سکے گا کہ اس نے یہ گر کے بات کی ہے۔ وہ یہی سوچے گا کہ یہ میرے کرنے کے لئے ایسی بات کی ہے، اس نے غلط بات نہیں کی۔

بہر حال یہ فیصلہ اُس وقت آپ کو خود کرنا ہوگا اور اسی لئے اس کا مقام بھی اتنا اونچا ہے کہ آپ نے اپنے آپ کو قائم رکھتے ہوئے اللہ کی مخلوق ہوتے ہوئے، بقول انصاری صاحبؒ کے کہ آپ بھی اللہ کی مخلوق ہیں، اپنے آپ کو Degrade مت کریں۔ باباجی ؒ کے یہ الفاظ ہیں۔ آپ نے کتاب 'تعمیر ملت' میں یہ پڑھا ہوگا کہ یہ مت سوچا کریں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ کیوں نہیں؟ آپ سب کچھ ہیں۔ آپ اللہ کی مخلوق ہیں۔ آپ کا اپنے اوپر حق ہے، اس حق کو بھی قائم رکھیں لیکن یہ ساری باتیں ایسی ہیں کہ انہیں پوری حکمت سے کرنا ہے۔

آپ جب اپنی تعلیمات پر عمل کریں گے تو آپ کو Diference محسوس ہوگا کہ یہاں مجھے کیسے Behave کرنا چاہئے۔ سارا معاشرہ ایک جیسا نہیں ہے۔ اب ایک آدمی عادی مجرم ہے، وہ ہر جگہ اکڑا پھرتا ہے اور آپ سے بھی ایسے پیش آتا ہے تو ظاہر ہے

وہاں اگر آپ میں حوصلہ ہے، ہمت ہے تو آپ اس کی بات ایسے نہیں سنیں گے، مجھے پتا ہے یہ ساری بات ہے۔لیکن اگر ایک عام آدمی ہے یا ایک ایسا آدمی ہے جس سے معاشرے کو فائدہ ملنے کی امید ہے یا دین کے لئے کوئی اچھا ثابت ہوسکتا ہے، انسان ہے، اُس سے کوئی ایسی غلطی ہو جاتی ہے تو اس سے اگر آپ نظر انداز کر کے، کوئی اچھا Behave کرلیں تو وہ اچھی بات ہوگی۔ یہ مختلف موقعے کے مطابق آپ کو عمل کرنا ہوگا، آپ نے اپنی عقل استعمال کرنی ہوگی اور دیکھنا ہوگا۔ایک جگہ ایک ہی جیسا عمل آپ نہیں کرسکتے، یہ مشکل کام ہے۔

بات یہ ہے کہ ہمارے سامنے مثال تو آپ ﷺ ہی ہیں۔اگر ہم نے آپ ﷺ کے نقش قدم پر چلنا ہے تو ہمیں اپنا خراب ہونا، اپنا ضائع ہونا، اپنا ذلیل ہونا، یہ ساری باتیں چھوڑنی پڑیں گی۔اور اگر یہ اُنہوں نے کوئی لائن Draw کی ہے تو پھر ہمیں بھی کوئی لائن Draw کرنی پڑے گی۔

موضوع پر بات جاری تھی کہ کہا گیا آج کی تحقیق سے کہا جارہا ہے کہ وہ بڑھیا کے کوڑا پھینکنے والی بات درست نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو کوڑے مارنے کی سزا دینے والی بات بھی درست نہیں، ایسی اور بھی کئی باتوں پر کہا جاتا ہے کہ درست نہیں جنہیں ہم عرصہ دراز سے کتب میں پڑھتے آرہے ہیں۔اس پر آپ نے فرمایا:

یہ سوفیصد آپ نہیں کہہ سکتے۔یہ تضاد ہوتا رہتا ہے۔آپ کو چاہئے وہ کہ جو اچھا کام کرنے کا ہے وہ کریں۔دونوں کو دیکھیں اس کو بھی دیکھیں، اُس کو بھی دیکھیں لیکن جو آپ کو اچھا لگے وہ کریں۔یہ ضروری نہیں ہے کہ جو تحقیقیں آج کل ہورہی ہیں وہ صحیح ہیں اور وہ غلط ہیں۔کیوں غلط ہیں بھئی وہ؟ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔اُن میں بھی اچھائی ہوسکتی ہے، اچھی باتیں ہوسکتی ہیں۔ہمارے بزرگوں نے اُن اچھی باتوں پر عمل کیا اور آج تک وہ کہاں کہاں

تک پہنچ گئے ہیں،ہمیں بھی اُن پر عمل کرنا چاہئے۔

جہاں بات اسلامی غیرت کی آئے تو وہاں خاموش مت رہیں، ہم نے صرف اس وقت بولنا ہے اور عمل کرنا ہے جہاں بات اسلامی غیرت کی آئے ۔قبلہ انصاری صاحبؒ نے شیخ سلسلہ کے لئے کہا ہے کہ اگر کوئی آپ کے متعلق بھی غلط بیانی کرے تو اسے بھی برداشت کرنا ہے۔اس وقت تک برداشت کرنا ہے جب تک کسی کی بات کا اثر حلقے پر نہ آئے اور حلقے کی بدنامی کا باعث نہ بنے۔مطلب یہ کہ اپنے آپ پر حلقے کو مقدم رکھیں۔اسی طرح جو باتیں مسلمانوں سے متعلق ہیں اگر وہ مسلمانوں کی بدنامی کا باعث نہ بنتی ہوں تو اُن پر عمل کرنا چاہئے اور اگر کوئی ایسی بات جو مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بنے وہاں اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں، روک سکتے ہیں تو ضرور روکیں۔لیکن یہ ہے کہ اپنے لئے یا عام آدمی کے آپس میں معاملات میں غیرت میں آجائیں اور کسی کو نقصان پہنچادیں تو وہ معاف نہیں ہوگا۔اس کی اجازت نہیں ہے۔

حضور اقدس ﷺ سے ایک صحابی نے کہا کہ اگر میں اپنی بیگم کے ساتھ کسی غیر مرد کو دیکھوں تو میں تو یہ بالکل برداشت نہیں کروں گا۔آپ نے کہا کہ جو مرضی ہے کریں لیکن عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا۔کیسی ہے یہ بات؟ یہ بہت معمولی سی بات ہے۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ آپ جو کرتے ہیں کریں لیکن تمہیں عدالت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

ایسا اندھا قانون نہیں ہے کہ میں یہ کرلوں گا تو میری جان چھوٹ جائے گی۔ جان نہیں چھوٹے گی- عدالت کے سامنے جانا پڑے گا اور وہاں جو اسلامی فقہ بتاتی ہے اس کے متعلق فیصلہ ہوگا۔تم جتنے نواب صاحب بنتے ہو وہ بن جاؤ۔

اپنی عقل، اپنا دماغ ہر وقت ٹھنڈا رکھنا پڑتا ہے۔یہ میں نے جو عرض کی تھی کہ یہ اپنا

طریقہ بنالیں تو یہ اسی لئے بتایا ہے کہ آپ لوگ آدھا بھی عمل کریں تو آپ کا آدھا دماغ ٹھیک ہو جائے گا۔سوفیصد اگر ان ساری باتوں کو نہیں بھی کریں گے تو آپ کا دماغ آدھا ٹھیک ہو جائے گا۔اور یہ Achievement ہو گی۔یہ ایسا نہیں ہے۔اللہ میاں نے آپ لوگوں کو فقیر بنایا ہے۔فقیر ایسی ویسی چیز نہیں ہے،یہ ذہن سے نکال دیں۔

یہ جو ہم عالمگیر محبت اور صداقت کی بات کرتے ہیں تو کیا اسی چیز کا نام Tolerence نہیں ہے؟ کہتے ہیں کہ ہماری قوم میں Tolerence نہیں ہے۔یہی تو ہم کہہ رہے ہیں کہ Tolerence ہے،Tolerence پیدا کرو۔یہی ہم کہہ رہے ہیں،آپ اپنی زبان میں کہہ رہے ہیں۔

جب انسان کوئی قدم اُٹھانے لگتا ہے تو پتا لگ جاتا ہے کہ اچھائی کیا ہے،برائی کیا ہے،اچھا کیا ہے،برا کیا ہے۔یہ بات اُسی وقت سامنے آجاتی ہے۔لوگ بھی اُس وقت اس پرلعنت پھینکتے ہیں،لوگ بھی کہتے ہیں کہ یہ تم نے کیا کیا؟یہ بدتمیزی؟یہ کیا کیا؟لوگ بھی اُسے برا بھلا کہنا شروع کردیتے ہیں۔آج کل ہمارے ہاں یہ اسی وجہ سے ہوتا ہے کہ معمولی سی بات ہوتی ہے،اس کو لے کے بیٹھ جاتے ہیں،قتل کردیتے ہیں اور پتا نہیں کیا کچھ کرتے ہیں۔

اصل میں انسانیت کی قدر جس کے ذہن میں نہ ہو ناں تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔
انسانیت کو انسانیت سمجھنا چاہئے۔یہ انسان اللہ کی بہت پیاری مخلوق ہے اور اللہ میاں کو اس سے بہت پیار ہے۔اسی میں سے اس نے نبی بنائے۔نبیوں سے اللہ کو کتنا پیار ہے۔یہ ساری باتیں اگر ہم سوچیں ناں کہ ایک انسان کی قدر کر کے ہم اللہ کو راضی کرنے کا انتظام کرسکتے ہیں تو اسی سے سارے مسائل حل ہو جائیں گے،آپ گالم گلوچ بھی نہیں کریں گے،غصہ بھی آپ

کونہیں آئے گا۔غصہ کسی انسان پر کر کے آپ نے اللہ کو ناراض کرنا ہے؟یار کوئی عقل کرو۔

صرف سوچ کا دائرہ ذرا ادھر اُدھر left Right کر کے آپ اپنے آپ کو اللہ کے فضل سے سنبھال سکتے ہیں۔

اگر ایسی بات کبھی ہوگئی تو اس کو کبھی موقع آئے تو نظر انداز کر کے دیکھیں انشاء اللہ کچھ بھی ایسا نہیں ہو گا۔عزت ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلیل کر دے۔اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔انسان ایک کو کسی کو ختم کر کے رکھ دیتا ہے لیکن اُس نے جب رکھنا ہوتا ہے تو رکھ لیتا ہے اور اسکے ساتھ نشان بنا کے چھوڑ دیتا ہے۔

بہر حال یہ جو حضور ﷺ کی سنت ہے اس پر کوئی بات اصل میں ہو نہیں سکتی اور نہ ہونی چاہئے۔ جو آپ ﷺ کی سنت ہے وہ سنت ہے۔اس پر عمل کرنا ہی اسلام ہے، دین ہے۔یہ یاد رکھیں۔آج ہم پاؤ ہیں،کل سیر اور پرسوں چھٹانک ہو جائیں گے یہ ہمارا چلتا رہتا ہے کیونکہ ہم ابھی اپنے آپ کو قائم کر نہیں سکے۔جب ہم قائم ہو جائیں گے تو پھر ان شاء اللہ یہ ساری باتیں اور ساری سوچیں خود ہی ختم ہو جائیں گی اور ہم کسی ایک جگہ پر کھڑے نظر آئیں گے ان شاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے، اللہ تعالیٰ آپ سب کیلئے آسانیاں پیدا فرمائے اور اللہ تعالیٰ آپ سب کو حلقے کا نشان ثابت کرے۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے۔

(آن لائن محفل مورخہ ۳۱ مارچ ۲۰۲۴ء کی گفتگو سے اقتباسات)

سالانہ خطبہ شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ۔ اکتوبر 2025ء

نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیاتہ اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل فلا ھادی لہ ونشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ و نشھد ان سیدنا و مولنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

برادران عزیز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

ہم سب پر اللہ رحیم و کریم کا شکر واجب ہے۔ جس نے ہمیں ایک سال تک زندہ رکھا، ہمیں صحت دی اور محض اپنی رضا کے حصول کے لیے اکٹھا ہونے کا موقع فراہم کیا۔ آپ سب یقیناً خوش قسمت ہیں کہ محض اللہ کے لیے مال اور وقت کی قربانی دے کر، سفر کی صعوبتیں برداشت کرتے ہوئے اس اجتماع میں تشریف لائے ہیں۔ میں اللہ رحیم و کریم سے دعا گو ہوں کہ وہ آپ سب کو دنیا و آخرت کی تمام سعادتیں نصیب فرمائے اور جو بھائی کسی مجبوری کی وجہ سے نہیں آ سکے انہیں بھی اللہ اپنی رحمتوں سے محروم نہ رکھے۔ آمین

برادران سلسلہ! جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ دنیا میں غم اور خوشی کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ چنانچہ ہمارا حلقہ بھی اس سے مبرا نہیں ہے۔ اس سال ہمارے بہت سے بھائی، بھائیوں کے عزیز و اقارب ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ ان میں سب سے زیادہ قابل

احترام شخصیت جوہمیں بالآخر چھوڑ گئیں وہ ہماری ماں جی یعنی قبلہ ڈار صاحبؒ کی زوجہ محترمہ تھیں ۔قبلہ ڈار صاحبؒ کی وفات کے تھوڑے عرصہ بعد ہی آپ بیمار ہوگئیں اور یہ بیماری دن بدن بڑھتی رہی ۔ بالآخر مورخہ 30 جولائی بروز بدھ کو ہم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو گئیں۔ بیماری کے دوران گھر میں، بچوں ، بڑوں نے جس خوش اسلوبی اور خوش اخلاقی سے ان کی تیمارداری کی ،ہم ان سب کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں اس خدمت کا صلہ عطا فرمائے اور ان کی تمام مشکلات کو آسانیوں میں بدل دے ۔آمین ۔اسی طرح غالباً دو بھائی اور ہیں جن کی مائیں انہیں چھوڑ گئیں ۔مائیں ٹھنڈی چھائیں ہوتی ہیں ۔اللہ ان بھائیوں کی ماؤں کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے ۔اوران بھائیوں پر اللہ ہمیشہ اپنی رحمت کا سایہ رکھے ۔آمین۔

ماں جی کے بعد جناب ولی محمد صاحب راولپنڈی والے کا ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں جو قبلہ انصاری صاحبؒ کے دور سے حلقہ سے وابستہ تھے اورمرتے دم تک اپنے گھر پر حلقہ ذکر کرانے کی سعادت حاصل کرتے رہے ۔ولی محمد صاحب کا گھر قبلہ انصاری صاحبؒ کے دور سے ہی ''چھوٹے آستانے'' کے طور پر مشہور تھا اور ولی محمد صاحب نے اس نام کی لاج رکھی ۔اللہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے، بلند مقام عطا فرمائے ۔آمین ۔ان کے بعد انصاری صاحبؒ سے ہی بیعت ہمارے بھائی جمیل مرزا صاحب اور نیاز احمد صاحب آف لاہور، اسی سال ہم سے جدا ہو گئے ۔اللہ ان کے درجات بلند فرمائے ۔ان کے علاوہ مختلف بھائیوں کے عزیز واقارب، خود میرے بڑے بھائی اور میرے متعدد عزیز اس سال ہم سے جدا ہوئے ۔غرض تعداد زیادہ ہے اس لیے میں اسی پر اکتفا کرتا ہوں ۔آیئے ان سب مرحومین کے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ ان کی لغزشوں سے صرف نظر فرمائے ان کی قبور کو جنت کے باغوں میں سے باغ بنائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے ۔آمین ۔

برادران سلسلہ! گزشتہ اجتماع کے خطبے میں، میں نے، کسی بھی جماعت اور گروہ کی ترقی، بقا اور کامیابی کے لیے چار بنیادی باتیں جو بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے ''تعمیر ملت'' میں تحریر فرمائی ہیں، آپ بھائیوں کے سامنے گوش گزار کی تھیں تاکہ ہم بھی بحیثیت جماعت سلسلہ عالیہ توحیدیہ اپنے اندر وہ تمام صفات بدرجہ اتم پیدا کرلیں اور توحیدیہ مشن جلد از جلد کامیابی سے ہم کنار ہو سکے۔ اللہ کے فضل سے بھائیوں میں نیا جوش، ولولہ اور کچھ کر گزرنے کا عزم واضح دکھائی دے رہا ہے۔ اور ہر بھائی حلقے کی بہتری، ترویج اور ترقی کے لیے سرگرمی دکھا رہا ہے۔ الحمدللہ

آج کی نشست میں مجھے آپ بھائیوں سے راہ سلوک کی تکمیل اور کامیابی کے متعلق چند گزارشات بانی سلسلہؒ کے ارشادات کی روشنی میں ہی کرنی ہیں جو کہ انفرادی طور پر ہر ایک بھائی کے لیے ضروری ہیں۔ خصوصاً نئے بیعت ہونے والے بھائیوں کے لیے۔

بانی سلسلہؒ نے ''طریقت توحیدیہ'' کے بالکل شروع میں ہی ''آداب سلوک'' کے عنوان کے تحت مفصل ہدایات دے کر ہماری رہنمائی فرمائی ہے کہ ایک سالک کو کن بنیادی باتوں کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنے مقصد میں سرخرو ہو سکے۔

راہ سلوک میں سالک کے لیے مرشد کے ساتھ پر خلوص تعلق اور عقیدت انتہائی ناگزیر ہے۔ سالک کے لیے مرشد ہی اللہ تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتا ہے اور اس کی روحانی ترقی اور سلوک کی تکمیل مرشد کے فیض ہی کی مرہون منت ہوتی ہے۔ سالک کا تعلق اپنے مرشد سے جتنا گہرا، پر خلوص اور عقیدت پر مبنی ہو گا اتنا ہی اسے فیض ملے گا۔ سادہ الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ جتنا مرشد سے پیار ہو گا اتنا ہی فیض ملے گا اور ترقی ہو گی۔ اگر مرشد کے لیے دل میں ذرہ سی بدخیالی یا عقیدت میں کمی آ گئی تو سالک کو فیض ملنا بند ہو جاتا ہے اور سلوک طے

نہیں ہو پاتا۔اور یہ بات بھی یاد رکھیں یہ مرشد کی طرف سے نہیں ہوتا۔کیوں کہ سالک نے وعدہ اللہ سے کیا ہوتا ہے مرشد کو گواہ بنا کر۔اس لیے یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ مرشد چاہے بھی تو فیض نہیں مل سکتا۔یہ اللہ کا نظام ہے۔اللہ دیکھتا ہے کہ جس کو گواہ بنایا ہے میرے تک پہنچنے کے لیے،اس کے ساتھ کتنا مخلص ہے۔سالک جو مرضی کرتا رہے اور مرشد بھی جتنا مرضی چاہے،فیض نہیں ملتا۔انہی باتوں کو بانی سلسلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے نہایت شد و مد کے ساتھ تفصیلاً بیان فرمایا ہے۔

آپ فرماتے ہیں۔

"سلوک کی تعلیم پر عمل کرنے سے پہلے تین باتوں کی سخت ضرورت ہے۔**اول** طلب ،**دوم** خلوص،**سوم** بیعت۔طلب یہ ہے کہ انسان کو چلتے پھرتے،اُٹھتے، بیٹھتے اللہ کا راستہ معلوم کرنے کی اس قدر سخت خواہش ہو کہ نہ کھانا کھایا جائے، نہ پانی پیا جائے، نہ نیند آئے، نہ کسی کام میں دل لگے، ہر وقت یہی جی چاہتا رہے کہ کسی طرح اللہ کا جمال روح پر نظر آئے۔ اس کی قربت محسوس ہو،اس کی معرفت میسر آئے۔پھر اس طلب کو پورا کرنے کے لئے طالب در در مارا مارا پھرے۔جہاں کسی بزرگ کا پتہ لگے وہیں پہنچے۔کچھ دن اس کی خدمت کرے اور صحبت میں بیٹھے۔اس کی زندگی اور اس کے اخلاق کا مطالعہ کرے۔اس کی باتیں سنے اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد جب کسی بزرگ سے عقیدت ہو جائے تو پھر اس سے بیعت کرے۔

خلوص یہ ہے کہ دنیاوی اغراض کے لئے ہرگز بیعت نہ ہو۔صرف اللہ کا راستہ معلوم کرنے کی غرض سے بیعت ہو۔اگر بیعت ہوتے وقت دل میں یہ بات ہو کہ بیعت ہونے سے میری دنیا سدھر جائے گی یا میں بہت بڑا پیر بن کر مزے کروں گا تو یہ منافقت ہے خلوص نہیں ہے۔ایسا آدمی کبھی کامیاب نہ ہوگا۔

بیعت کا طریقہ یہ ہے کہ مرشد اس طالب کو دو رکعت نماز نفل توبہ پڑھنے کا حکم دے، نفل پڑھنے کے بعد طالب سجدے میں جا کر اپنے پچھلے گناہوں سے اللہ کے حضور توبہ اور آئندہ کے لئے ان سے بچنے کا عہد کرے پھر مرشد کے سامنے دوزانو بیٹھ کر اٰمَنْتُ بِاللّٰہ عربی میں پڑھے۔ پھر اس کا ترجمہ اپنی زبان میں اس طرح بآواز بلند بیان کرے۔ میں ایمان لایا اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر، قیامت کے دن پر، اس بات پر کہ نیکی اور بدی کے تمام اندازے اللہ ہی کی طرف سے ہیں اور حیات بعد الموت پر جب کہ مجھے ان اعمال کی جزا اور سزا ملے گی۔ جو میں نے اس زندگی میں کئے ہیں۔ اس کے بعد مرشد کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر کہے کہ:

''میں آپ کو گواہ بنا کر اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ میں آئندہ تمام کبیرہ گناہوں سے بچوں گا اور صغیرہ گناہوں سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ میں ہمیشہ پاک صاف رہوں گا۔ نماز باقاعدہ پڑھوں گا۔ روزے رکھوں گا اگر روپیہ ہوا تو زکوٰۃ دوں گا اور حج کروں گا اور ضرورت پڑی تو جہاد بھی کروں گا۔ آپ کے سلسلے کے تمام آداب و قواعد کی پابندی کروں گا۔ اور آپ کا ہر حکم بے چون و چرا مانوں گا۔ ان تمام باتوں کے لئے میں اللہ کو حاضر و ناظر جان کر آپ کی مدد کا طالب ہوں اور آپ کے ہاتھ بیعت کرتا ہوں''

اس کے بعد مرشد کہے گا کہ: ''میں اللہ کے واسطے تمہاری بیعت قبول کرتا ہوں اور اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ تم کو کامیاب فرمائے اور ثابت قدم رکھے''۔ آمین!

پھر مرشد کو چاہئے کہ ایک گلاس میں پانی لے کر اس میں سے ایک دو گھونٹ پئے اور پھر توجہ کر کے مرید کو پلادے۔ اگر شیرینی وغیرہ ہو تو حاضرین میں تقسیم کر دی جائے۔ نہ ہو تو کوئی ضروری بات نہیں ہے۔

ہم نے اس غرض سے بیعت نامہ با قاعدہ چھپوایا ہے۔ ہر مرید کو اس کی دو نقلیں دی جائیں وہ ان میں سے ایک پر اپنے دستخط کر کے واپس کر دے جو ریکارڈ میں رہے گی اور دوسری خود رکھ لے اور وقتاً فوقتاً اس کو پڑھا کرے حتیٰ کہ اس کو یاد ہو جائے کہ میں کس غرض سے بیعت ہوا ہوں اور مجھ کو کیا کرنا ہے۔ اس بیعت نامہ کی نقل 'طریقت توحیدیہ'' کے آخر میں دی گئی ہے۔

بیعت کے آخری فقرے ''میں آپ کا ہر حکم بے چون وچرا مانوں گا''

پر اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ عہد صرف ڈسپلن قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔ بغیر ڈسپلن کوئی جماعت بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ تصوف اور سلوک چونکہ کوائف اور غیبی حقائق سے متعلق ہیں اور یہ دونوں چیزیں زبانی اور لفظی طور پر ہرگز بیان نہیں ہو سکتیں اور مرید طرح طرح کے سوال کر کے شیخ کو پریشان کر دیتے ہیں۔ اس لئے شیخ کو اس کے سوائے اور کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ ان سے کہہ دے کہ جو کچھ حکم دیا جاتا ہے خاموشی سے اس پر عمل کرتے رہو زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

بیعت کے بعد جن باتوں کی فوراً ضرورت ہوتی ہے وہ یہ ہیں۔

<u>طاعت</u>: بیعت ہوتے ہی انسان کی زندگی بدل جاتی ہے اور وہ بالکل دوسرا جنم لے لیتا ہے اور نیا انسان بن جاتا ہے۔ (بشرطیکہ وہ سچا طالب ہو) اس نئی زندگی میں اس کو کامیابی اسی وقت ہو سکتی ہے جب کہ وہ لفظاً لفظاً شیخ کا ہر حکم بے چون وچرا مانے۔ جو جس قدر زیادہ خلوص سے حکم مانتا ہے اتنا ہی جلدی کامیاب ہوتا ہے اور اتنے ہی زیادہ بلند مراتب تک پہنچتا ہے۔ اس لئے بیعت کے بعد سب سے پہلی چیز جو اختیار کرنی چاہئے وہ طاعت ہے۔

طاعت کے بعد دوسری چیز جو ضروری ہے وہ شیخ سے محبت ہے۔ ہر مرید کو بیعت

ہونے کے بعد شیخ سے محبت بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے یہ محبت اس حد تک بڑھ جانی چاہئے کہ خدا اور رسول ﷺ کے بعد سب سے زیادہ محبت شیخ سے پیدا ہو جائے۔ محبت کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ مرید میں شیخ کی طاعت کا جذبہ عملی طور پر بدرجہ اُولیٰ پیدا ہو جاتا ہے۔ جو آدمی شیخ کی محبت کا تو دعویٰ کرتا ہے لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتا وہ جھوٹا ہے۔ اس کو شیخ سے ہرگز محبت نہیں ہے وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے۔

طاعت اور محبت کے بعد تیسری چیز ثابت قدمی ہے۔ ثابت قدمی مشتمل ہے دو باتوں پر پہلی بات یہ ہے کہ شیخ نے تم کو دین یا دنیا کے بارے میں جو ہدایات کی ہیں ان پر استقلال کے ساتھ عمل کرتے رہو اگر کچھ عرصہ تک عمل کرنے کے بعد بھی نتائج حسب دل خواہ پیدا نہ ہوں تب بھی ہمت نہ ہارو۔ عمل کئے جاؤ۔ حقیقت یہ ہے کہ راہ سلوک میں ترقی کا جلدی ہو جانا یا دیر میں ہونا شیخ کے اوپر ہرگز منحصر نہیں ہے بلکہ تمہاری اپنی سرشت اور ذہنی و روحانی بناوٹ پر منحصر ہے۔ کسی آدمی میں طالب بننے یا بیعت ہونے کے فوراً ہی بعد روحانی آثار پیدا ہونے لگتے ہیں اور کسی میں دیر میں پیدا ہوتے ہیں۔ ان آثار کا جلدی پیدا کر دینا شیخ کے اختیار میں نہیں ہے۔ یہ محض اللہ کا کرم ہے وہ جب چاہے کسی کو نواز دے۔ اس لئے جن لوگوں میں روحانی آثار جلدی پیدا نہ ہوں ان کو گھبرانا اور مایوس نہیں ہونا چاہئے کام میں لگے رہنا چاہئے۔ ہاں یہ بات بہ تیقن کہی جا سکتی ہے کہ جن لوگوں میں روحانی آثار دیر میں پیدا ہوتے ہیں۔ وہ ہرگز گھاٹے میں نہیں رہتے بلکہ بہ مصداق دیر آید درست آید وہ آخر میں ان لوگوں سے کہیں آگے نکل جاتے ہیں جن میں آثار روحانی جلدی پیدا ہو جاتے ہیں۔

اسی طرح شیخ دنیاوی امور کے متعلق جو حکم و ہدایات یا مشورہ دے اس پر بھی مستقل مزاجی سے عمل کرنا چاہئے۔ اکثر مرید یہ خیال کرتے ہیں کہ شیخ کو ان کے نجی اور پرائیویٹ

معاملات میں حکم وہدایت دینے کا کوئی حق نہیں ہے۔ان کا یہ خیال غلط ہے۔ہر مرید کواس بات پر یقین رکھنا چاہیے کہ جس طرح شیخ دین اور روحانیت کے معاملے میں اس کی رہنمائی کرسکتا ہے اسی طرح دنیوی امور کو بھی اس سے کہیں زیادہ اچھا سمجھتا ہے اور صحیح مشورہ دے سکتا ہے۔شیخ کے مشورے پر عمل کرنے سے انشاء اللہ سوائے فائدے کے نقصان نہیں ہوگا۔ یاد رکھئے کہ دنیوی امور کا تعلق سراسر اخلاق سے ہوتا ہے اور اخلاق کا تزکیہ کرنا اور اعلیٰ کردار پیدا کرنا بھی تصوف کا ایک مقصد ہے۔شیخ اخلاقی اصولوں سے جس قدر واقف ہوتا ہے، مرید نہیں ہوسکتے۔اس لئے دنیوی امور میں بھی شیخ کا حکم اسی طرح ماننا چاہیے جس طرح روحانیت کے معاملات میں۔

دوسری بات جس پر ثابت قدم رہنا ضروری ہے شیخ سے عقیدت کی پختگی ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ اگر شیخ کی طرف سے عقیدت میں ذرہ برابر بھی کمی آ گئی تو سارا کام خراب ہوجائے گا۔شیخ کی طرف سے کبھی کسی قسم کی بدگمانی دل میں ہرگز نہ آنے دو۔اگر کوئی بات شیخ سے ایسی سرزد ہو جو تمہاری رائے میں مناسب نہیں تو تنہائی میں صاف صاف طور پر شیخ سے پوچھ لو۔مگر یہ بات چیت ادب سے بطور استفہام ہونی چاہیے۔بحث ہرگز نہ کرو۔عقیدے میں کمی آجانے سے روحانی نسبت ٹوٹ جاتی ہے۔فیض ملنا بند ہوجاتا ہے اور اکثر اوقات دنیا بھی خراب ہوجاتی ہے۔

اوپر جو تین خاص باتیں بتائی گئی ہیں ان کے علاوہ اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن پر عمل کرنا ضروری ہے اور جو آداب سلوک کہلاتی ہیں وہ باتیں یہ ہیں۔

1۔ مرید ہوجانے کے بعد اپنے شیخ کو دنیا کے تمام بزرگوں سے افضل جانو اور کسی دوسرے فقیر یا بزرگ سے ہرگز نہ ملو۔اس سے بہت سخت نقصان ہوتا ہے۔وجہ یہ ہے کہ

ہر کامل بزرگ کا ایک خاص روحانی رنگ ہوتا ہے۔ جب تک تمہاری روح میں وہ رنگ پختہ نہ ہو جائے کسی دوسرے بزرگ کے پاس جانے اور اس سے فیض لینے سے اپنے سلسلے کا رنگ خالص نہ رہے گا دوغلہ ہو جائے گا اور تم نہ اِدھر کے رہو گے اور نہ اُدھر کے۔ اس لئے **یک در گیر محکم گیر** کے اصول پر عمل کرنا چاہئے۔

تم خواہ کتنے ہی عالم و فاضل ہو اور دنیا کا کتنا ہی تجربہ رکھتے ہو کسی لحاظ سے بھی اپنے آپ کو شیخ سے افضل نہ سمجھو ورنہ کامیابی ناممکن ہے۔تم کو معلوم ہوگا کہ حضرت مولانا جلال الدین رومیؒ کتنے بڑے عالم اجل تھے لیکن جب تک انہوں نے اپنے کتابی علم کو فراموش کر کے حضرت شمس تبریزؒ کی غلامی کا حلقہ اپنے کان میں نہ ڈالا۔سلوک وتصوف میں کامیاب نہ ہو سکے۔وہ خود فرماتے ہیں۔

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم

تا غلامِ شمس تبریزی نہ شُد

2۔ شیخ کی عزت واحترام کو ہر وقت ملحوظ رکھو خواہ وہ موجود ہو یا نہ ہو۔شیخ کی اولاد اور اس کے رشتہ داروں سے بھی عزت سے پیش آؤ۔اگر تمہارے سامنے کوئی آدمی تمہارے شیخ کی برائی کرے تو اس آدمی سے بحث ومباحثہ نہ کرو۔اس سے کہہ دو کہ ہم اپنے شیخ کے خلاف کوئی بات سننا نہیں چاہتے۔اگر وہ نہ مانے تو اس جگہ سے چل دو۔بات کو طول نہ دو۔ ہمارا تجربہ ہے کہ جو لوگ اپنے شیخ سے پوری طرح فیض یاب ہو جاتے ہیں اور اس طرح ان پر ثابت بھی ہو جاتا ہے کہ ان کا شیخ واقعی کامل اور سچا بزرگ ہے۔ان کے سامنے بھی کوئی راہ چلتا بازاری آدمی شیخ کی برائی کرے تو سن کر اس پر یقین کر لیتے ہیں اور شیخ سے بدگمان ہو جاتے ہیں ایسے لوگ آخر میں بہت خسارہ میں رہتے ہیں۔ان کا دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔

3۔ شیخ جس جگہ بیٹھا ہو وہاں آتے ہی السلام علیکم کہو۔ آواز بہت بلند ہو، نہ اس قدر نیچی کہ سنائی نہ دے۔ اس کے بعد اگر شیخ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھائے تو مصافحہ کرو ورنہ جہاں جگہ ہو وہاں خوب کھل کر آرام سے بیٹھ جاؤ۔ رسول اکرم ﷺ اپنی مجلس کے لئے بھی یہی حکم فرماتے تھے کہ خوب کھل کر بیٹھا کرو۔ اگر بہت سے آدمی بہ یک وقت آجائیں اور بیٹھنے کے لئے کافی جگہ نہ ہو تو جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوں ان کو چاہئے کہ اُٹھ کر چلے جائیں اور نئے آنے والوں کے لئے جگہ خالی کر دیں۔

4۔ اگر تم پہلے سے بیٹھے ہو اور شیخ بعد میں آئے تو اس کی تعظیم کے لئے ہرگز کھڑے نہ ہو بلکہ سنبھل کر ادب سے بیٹھ جاؤ۔ قیام تعظیمی کے لئے رسول اکرم ﷺ نے سختی سے منع فرمایا ہے۔ چنانچہ امام محمدؒ شاگرد امام ابوحنیفہؒ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی یہ آرزو کرے گا کہ لوگ میری تعظیم کے لئے کھڑے ہوں تو اسے اپنا ٹھکانہ جہنم سمجھ لینا چاہئے۔

دوسری حدیث:۔ حضرت ابو امامہؓ سے ابوداؤد میں مروی ہے کہ حضور ﷺ ایک لکڑی کے سہارے (ضعف کی وجہ سے) گھر سے باہر نکلے تو ہم سب مسلمان آپ ﷺ کی تعظیم کے لئے کھڑے ہوگئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ میری تعظیم کے لئے کھڑے نہ ہونا۔ اس طرح تو اہلِ عجم ایک دوسرے کی تعظیم کرتے ہیں۔

تیسری حدیث:۔ حضرت انسؓ سے ابوداؤد میں روایت ہے کہ تمام مسلمانوں کی نظر میں حضور ﷺ سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ مگر اس کے باوجود جب مسلمان حضور ﷺ کو دیکھتے تو کوئی آپ کی تعظیم کو کھڑا نہ ہوتا۔ کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ آپ ﷺ قیام تعظیمی سے کراہت فرماتے ہیں۔

تنبیہ:۔ غور کا مقام ہے کہ جب حضور ﷺ قیام تعظیمی کی اجازت بھی نہ دیتے تھے تو بعض سلسلوں میں جو مرید اپنے شیخ کو سجدہ کرتے ہیں اور اس کو سجدہ تعظیمی کا نام دے کر اپنے صریح شرک کو چھپانا چاہتے ہیں ان کا یہ فعل کس طرح جائز ہو سکتا ہے؟۔

5۔ شیخ کی مجلس میں دو زانو یا چار زانو بیٹھنا چاہئے۔نیم زانو بھی بیٹھ سکتے ہیں لیکن اکڑوں بیٹھنا اچھا نہیں اور مجلس میں لیٹ جانا تو کسی طرح بھی جائز نہیں۔اگر تم کو مجلس میں بیٹھے بیٹھے بہت دیر ہو جائے اور تم تھک جاؤ تو باہر کہیں الگ جا کر آرام کر لینا چاہئے۔

6۔ شیخ سے معانقہ کرنا اور اس کے ہاتھ چومنا جائز ہے۔لیکن موقعہ ومحل دیکھ کر ایسا کرنا چاہئے۔ جب آدمی بہت زیادہ ہوں اور بھیڑ ہو تو اس کا ہاتھ چومنا اور معانقہ کرنا مناسب نہیں۔کیونکہ اس سے شیخ کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کے کوائف میں فرق آ جاتا ہے۔ پاؤں تو ہرگز نہیں چومنے چاہئیں نہ پاؤں کو چھونا چاہئے۔

7۔ شیخ کو سجدہ ہرگز نہ کرو۔یہ بہت بڑا شرک ہے۔نہ اس کی تعظیم کو اس قدر جھکو کہ رکوع کی شکل پیدا ہو جائے۔

8۔ مجلس میں داخل ہو کر شیخ کو نذرانہ ہرگز نہ دو جیسا کہ عام رسم ہے۔ہدیہ کے طور پر البتہ کچھ دینا چاہو تو تخلیہ میں دینا چاہئے۔

9۔ شیخ کی مجلس میں خاموش بیٹھو۔آس پاس کے لوگوں سے بھی بات نہ کرو۔شیخ جب کچھ بول رہا ہو تو غور اور توجہ سے سنو اور یاد رکھنے کی کوشش کرو، شیخ سے کچھ پوچھنا ہو تو ضرور پوچھو لیکن آواز نیچی اور لہجہ متواضعانہ ہو۔اپنی آواز کو شیخ کی آواز سے کبھی اونچا نہ کرو۔شیخ جو کچھ جواب دے اگر تسلی نہ ہو تو دوبارہ سہ بارہ پوچھ سکتے ہو مگر انداز بحث ومباحثہ کا ہرگز نہ ہو استفہام کا ہو اگر کسی طرح بھی تسلی نہ ہو یا کوئی خفیہ بات پوچھنی ہو تو شیخ سے وقت مقرر کر کے تخلیہ میں پوچھو۔

10۔ شیخ کو مافوق الفطرت نہ سمجھو اور اس سے ایسی باتوں کی درخواست نہ کرو جو صرف خدا کر سکتا ہے دعا کے لئے البتہ درخواست کر سکتے ہو۔

11۔ شیخ کو خط لکھنا ہو تو مختصر لکھو۔ فضول عبارت آرائی اور شعر و شاعری سے پرہیز کرو۔ صرف مطلب کی بات لکھو اور توفیق ہو تو جواب کے لئے ایک اور لفافہ ساتھ بھیجو جس پر تمہارا پتہ تحریر ہو۔ شیخ کو ہر مہینے میں کم از کم ایک خط ضرور لکھو اور اس میں اپنے روحانی کوائف بیان کرو۔ دنیاوی معاملات کے بارے میں بھی مشورہ طلب کر سکتے ہو اگر تم چاہتے ہو کہ شیخ سے زیادہ قربت پیدا ہو جائے تو زیادہ خط لکھا کرو۔ یاد رکھو کہ شیخ اپنے ہر مرید کو یاد نہیں رکھ سکتا، جن لوگوں کے خط اکثر آتے رہتے ہیں ان کی طرف شیخ کی توجہ زیادہ رہتی ہے اور ان کو زیادہ فیض پہنچتا ہے۔ جو کبھی بھی خط نہیں لکھتے وہ شیخ کی یاد سے اتر جاتے ہیں، ایسے لوگوں کو صرف عام فیض پہنچتا ہے۔ وہ بھی اس صورت میں جب کہ وہ شیخ کی تعلیم پر پوری طرح عمل کر رہے ہوں۔

12۔ شیخ اگر تمہارے ساتھ کبھی سختی سے بات کرے یا خطوں میں زجر و توبیخ کرے تو ہرگز برا نہ مانو۔ بلکہ یقین رکھو کہ وہ صرف تمہاری اصلاح اور بہتری کے لئے ایسا کر رہا ہے۔ وہ نہ تم سے ناراض ہے، نہ تم کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، برا مانو گے تو فیض بند ہو جائے گا۔ اگر شیخ تمہارا کوئی عیب تم پر ظاہر کرے تو یہ ہرگز نہ سمجھو کہ وہ عیب تم میں نہیں ہے۔ اس کی بات کا یقین کرو اور غور کرتے رہو۔ تم کو معلوم ہو جائے گا کہ شیخ سچ کہتا ہے۔

13۔ شیخ کے ساتھ ہمیشہ رہنے کی خواہش اور کوشش نہ کرو۔ ہمیشہ ساتھ رہنے سے اکثر اوقات بجائے فائدے کے نقصان پہنچتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ہر وقت ساتھ رہنے کی وجہ سے شیخ کی عظمت و محبت کا احساس کم ہو جاتا ہے جو ایک فطری بات ہے۔ صحبت سے بے

شک بے انتہا فائدہ ہے لیکن صرف اس حالت میں جب کچھ عرصہ ساتھ رہو پھر الگ ہو جاؤ۔ اصل فائدہ تو شیخ کی تعلیم پر حرف بحرف عمل کرنے سے ہوا کرتا ہے۔

14۔ شیخ اگرچہ عالم الغیب نہیں ہوتا لیکن یہ جانو کہ وہ تمہاری ہر اس بات سے واقف ہوتا ہے جو تم اس کے احکام کے خلاف کرتے ہو اور جس سے تمہارے سلوک میں خلل پڑتا ہے۔وہ یہ بات تم پر ظاہر نہیں کرتا کہ تمہاری فلاں فلاں غلطیوں سے واقف ہے لیکن اشارے کنایہ سے تم کو سمجھانے اور تمہاری اصلاح کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔اور کبھی کبھی صاف صاف بھی بتا دیتا ہے۔دراصل یہ سب

اللہ کا اپنا انتظام ہے وہ جس مرید پر مہربان ہوتا ہے اس کی حرکاتِ ناشائستہ سے شیخ کو واقف بنا دیتا ہے، جو مرید ذکر اور نماز وغیرہ چھوڑ دیتا ہے یا گناہ کبیرہ کرنے لگتا ہے تو شیخ کو اس کی ان حرکات کا پتہ اس طرح لگتا ہے کہ جب وہ اس مرید کی طرف توجہ کر کے فیض پہنچانا چاہتا ہے تو اس کا قلب رُک جاتا ہے اور بیچ میں کوئی رکاوٹ یا دیوار سی حائل ہو جاتی ہے،اس بات سے شیخ سمجھ جاتا ہے کہ مرید نے کوئی ناشائستہ حرکت کی ہے پھر اگر وہ یہ معلوم کرنا چاہے کہ کون سی ناشائستہ حرکت کی ہے تو وہ مراقبہ کرتا ہے اور اللہ اپنے کرم سے شیخ کو اس مرید کی حرکات ناشائستہ دکھا دیتا ہے۔بعض اوقات شیخ کو مرید کے دلی وسوسوں کا پتہ تک چل جاتا ہے لیکن یہ علم غیب نہیں مکاشفہ ہے۔

15۔ شیخ کسی مرید کے ساتھ خاص محبت سے پیش آئے یا کوئی امتیازی سلوک کرے تو دوسرے مریدوں کو اس بات پر جلنا یا حسد کرنا ہرگز نہیں چاہئے ایسا کرنے سے ان کی روحانی ترقی رُک جائے گی اور ممکن ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے نامراد رہ جائیں۔

16۔ اگر شیخ کسی خاص مرید پر خاص شفقت کی نظر رکھتا ہو اور اس کے ساتھ

ہمیشہ خصوصی برتاؤ کرتا ہو تو دوسرے مریدوں کو بھی اپنے اس پیر بھائی کی خاص عزت کرنی چاہئے اور اس سے محبت بڑھانی چاہئے۔ یاد رکھو کہ شیخ کا تعلق تمام مریدوں سے محض اللہ کے واسطے ہوتا ہے، کسی دنیاوی غرض سے نہیں ہوتا۔ اس لئے جو لوگ اوروں کی بہ نسبت زیادہ خلوص اور محنت سے اللہ اللہ کرتے ہیں شیخ ہمیشہ انہی کے ساتھ زیادہ خصوصی برتاؤ کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ مریدوں میں جو جس قدر زیادہ بزرگ ہوتا ہے شیخ اس کو اتنا ہی زیادہ پیار کرتا ہے۔

17۔ حلقہ اور سلسلہ کے تمام پیر بھائیوں کو آپس میں حد سے زیادہ ارتباط اور محبت سے رہنا چاہئے اور سگے بھائیوں سے بھی زیادہ آپس میں محبت کرنی چاہئے۔ اگر کبھی کسی پیر بھائی اور تمہارے کسی خاص رشتہ دار کا مقابلہ آن پڑے تو تم کو اس کا ساتھ دینا چاہئے جو حق پر ہو۔ اگر یہ سمجھ میں نہ آئے کہ حق پر کون ہے تو معاملے کو شیخ کے سامنے فیصلے کے لئے پیش کر دینا چاہئے اگر خود تمہاری کسی پیر بھائی سے ناچاقی ہو جائے تو بھی شیخ سے رجوع کرو۔

18۔ اہل حلقہ میں جو لوگ صاحب توفیق اور صاحب حیثیت ہوں ان کو چاہئے کہ اپنے غریب بھائیوں کا خیال رکھیں اور حسب توفیق ان کی مدد کرتے رہیں مگر مدد اس قدر خاموشی سے چھپا کر کی جائے کہ کسی دوسرے حتیٰ کہ شیخ سلسلہ کو بھی معلوم نہ ہونے پائے اور افضل ترین بات تو یہ ہے کہ جس کی مدد کر رہے ہو خود اس کو بھی معلوم نہ ہونے پائے کہ میری مدد کون کر رہا ہے۔

19۔ شیخ سے اپنے پیر بھائیوں کے عیب ہرگز بیان نہ کرو اور اگر تمہارے سامنے کوئی شخص کسی پیر بھائی کا کوئی عیب بیان کرے تو اس کو روک دو اور کہہ دو کہ میں کسی کا عیب سننا نہیں چاہتا۔ اگر تم شیخ کے سامنے کسی پیر بھائی کا کوئی عیب اس خیال سے بیان کرنا چاہتے ہو کہ اس کی اصلاح ہو جائے گی تو تمہارا یہ خیال بھی غلط ہے۔ شیخ کو اپنے تمام مریدوں کی

خامیوں اور خطاؤں کا علم ہوتا ہے۔ان کی اصلاح کا وہی ذمہ دار ہے تم بیچ میں پڑ کر گناہ گار نہ بنو۔عیب سننے اور عیب بیان کرنے سے اللہ اور حضور اکرم ﷺ دونوں نے منع فرمایا ہے۔ یہ بہت بڑا گناہ ہے۔

20۔ اگر شیخ کسی اجتماعی کام کے لئے مدد کا طالب ہو تو دل کھول کر مدد کرو صرف سخاوت اور مروت سے نہیں بلکہ ایثار سے کام لو۔ایثار ایسی مدد کو کہتے ہیں جو خود ہر قسم کی تکلیف اُٹھا کر دی جائے۔ابتدائے اسلام میں حضور اکرم ﷺ نے اکثر اپنے صحابیوں سے ایسی مدد مانگی ہے۔(طریقت توحیدیہ)

مرشد کے ساتھ محبت و خلوص پر مبنی بے داغ تعلق آپ کے عمل کی بنیاد ہے اگر یہ نہ ہو تو آپ جتنا مرضی عمل کرتے رہیں کچھ حاصل نہ ہوگا۔تو دوسری طرف صرف مرشد سے محبت اور عقیدت بھی سلوک کی کامیابی کے لیے کافی نہیں۔مرشد کی تعلیمات اور احکامات پر حرف بہ حرف عمل کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔اس لیے بحیثیت توحیدی سالک بانی سلسلہؒ نے جو اذکار ہمیں تعلیم فرمائے ہیں انہیں بلا ناغہ جوش اور شوق سے کرنے سے ہی کامیابی ملے گی۔یاددہانی کے لیے سلسلہ توحیدیہ کے اذکار واشغال بھی "طریقت توحیدیہ" سے گوش گزار کیے دیتا ہوں۔

ذکر ان باتوں پر مشتمل ہے۔

1۔ پاس انفاس 2۔ نفی اثبات 3۔ نماز فرض (تقریباً سب بھائی ان اذکار (نفی اثبات اور فرض نماز) کو اچھی طرح سمجھتے ہیں یا طریقت توحیدیہ میں پڑھ سکتے ہیں۔) 4۔ نوافل 5۔ تلاوت قرآن مجید

1۔ پاس انفاس: پاس انفاس یہ ہے کہ ہر سانس جو اندر جائے یا باہر آئے۔اس سے لفظ **اللہ** کہو۔اللہ کا لفظ دل سے کہو زبان سے نہیں،سانس جلدی جلدی یا دیر میں نہ لو بلکہ قدرتی طور

پر جیسے کہ سانس آتا جاتا ہے اسی طرح آنے دو۔ لفظ **اللہ** کو سانس کے برابر لمبا کرو اور ہر دفعہ **اللہ** کہتے ہوئے اللہ کا خیال بھی کرو کہ میرے اندر، باہر، فضا میں اور کائنات کے ہر ذرّہ میں موجود ہے، اگرچہ نظر نہیں آتا۔ یہ ذکر ہر وقت ہو سکتا ہے۔ چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھے، سوتے جاگتے، ہر جگہ اور ہر موقعہ پر۔ ذکر اس طرح کرو کہ جب دل اللہ کہے تو تمہارے کان اس کو سنیں کہ دل نے اللہ کہا ہے۔ اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ خیال اِدھر اُدھر بٹنے نہیں پاتا۔ جس وقت تمہارا دماغ کسی کام میں لگا ہوا ہو، اس وقت یہ ذکر نہیں ہو سکتا لیکن مشق ہو جانے کے بعد یہ بھی ممکن ہے کہ دماغی کام بھی کرتے رہو اور ذکر بھی ہوتا رہے، **دست بکار و دل بیار** اسی کو کہتے ہیں۔

2۔ پندرہ منٹ کا پاس انفاس: بانی سلسلہؒ نے اپنے آخری خطبے میں پاس انفاس کے ذکر کے بارے میں ایک ایسا نکتہ بیان فرمایا جو کبھی کسی بزرگ نے نہیں بتایا۔ اس کا مفہوم کچھ اس طرح ہے کہ ''قرآن کریم کی سورت اعراف کے آخر میں بغیر آواز کے خفی ذکر کرنے کا جو حکم آیا ہے اس میں **وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ** کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی ''اپنے رب کو اپنے نفس میں یاد کرو''۔ سوال یہ ہے کہ باتیں تو دل میں یاد کی جاتی ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے بجائے فی قلبك کہنے کے فی نفسك کیوں کہا اس میں کیا حکمت ہے؟ اس لئے کہ نفس خواہشات کا گھر ہے۔ اگر نفس نہ ہوتا تو خواہش نہ ہوتی۔ خواہش نہ ہوتی حرکت نہ ہوتی۔ حرکت نہ ہوتی تو دنیا میں کوئی چہل پہل، رونق اور زندگی کے آثار نہ ہوتے اس لئے غور کیا جائے تو نفس اور خواہش مترادف الفاظ ہیں۔ اس طرح مطلب یہ نکلا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو تو تمہارے دل میں اس کے دیدار کی خواہش بھی ہونی ضروری ہے۔ یعنی جب تم اللہ کہو تو ساتھ ہی دل میں یہ بھی خواہش ہو کہ ''اپنی لقاء سے مشرف فرما، مجھے نظر آ جا، اپنا جمال جہاں آراء دکھا دے''

تو اے میرے بھائیو اور بیٹو! تم اس خواہش اور تڑپ کے ساتھ پاس انفاس کرو تو صرف پانچ منٹ کا ذکر چوبیس گھنٹے کے ذکر سے کہیں افضل ہوگا اور جو کام برسوں میں ہوتا ہے انشا ءاللہ چند ماہ میں ہو جائے گا۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ دن یا رات میں دس یا پندرہ منٹ ایسے مقرر کرلو جب کوئی تمہارے ذکر میں خلل انداز نہ ہو۔ اب پندرہ منٹ برابر اسی طرح یہ ذکر کرو۔ختم کرنے پر حضور نبی کریم ﷺ کی روح مبارک پر درودشریف بھیجو پھر غور کرو کہ ذکر سے پہلے تمہاری کیا کیفیت تھی اور اب کیا ہے۔

تمام برادران سلسلہ سے میری گذارش ہے کہ پندرہ منٹ کے اس ذکر کو تعلیم کا حصہ جانتے ہوئے اسے اپنا معمول بنالیں۔اس دوران خوب جوش وخروش سے، رفتار تھوڑی تیز رکھ کر اور جذبہ محبت کو مجتمع کر کے زوردار طریقے سے پاس انفاس کریں گے تو انشا ءاللہ اوپر بیان کئے گئے فوائد ونتائج کا مشاہدہ کرلیں گے۔

3۔ نوافل: روحانیت کا کمال نوافل کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا۔نفل ہر نماز کے ساتھ پڑھے جاسکتے ہیں۔لیکن تہجد کے نفل اس بارے میں سب سے زیادہ مفید ہوتے ہیں کیونکہ اس وقت کامل سناٹا ہوتا ہے اس لئے جب فرصت ملے اور موقعہ ملے، تہجد کے نفل ضرور پڑھنے چاہئیں۔ یہ نفل معمولی نماز کی طرح نہیں بلکہ کامل اطمینان قلب کے ساتھ پڑھنے چاہئیں۔قرات ، رکوع اور سجدے خوب لمبے ہونے چاہئیں۔ نوافل پڑھنے کے بعد "سبحان اللہ" کا ذکر پانچ سات منٹ ضرور کرنا چاہئے اور رسول اکرم ﷺ پر جتنی دیر ممکن ہو درود بھیجنا چاہئے۔تہجد کے نفل بارہ ہوتے ہیں۔زیادہ فرصت نہ ہو تو آٹھ بھی پڑھ سکتے ہو۔طریقہ وہی ہے جو اور نفلوں کا ہوتا ہے۔

4۔ تلاوت: تلاوت صبح ظہر یا عصر کے بعد کرنی چاہئے۔تلاوت اس طرح کرو کہ

پہلے قرآن کا ایک رکوع بلند آواز اور خوش الحانی سے پڑھو اور پڑھنے میں یہ خیال کرو کہ یہ خدا کا کلام ہے، وہی اس کو پڑھ رہا ہے اور میں سن رہا ہوں۔ رکوع ختم کرنے کے بعد اس کا ترجمہ پڑھو اور جو چیز تمہاری دلچسپی کی ہو یا تم یاد رکھنا چاہو اس کو ایک نوٹ بک میں لکھ لیا کرو۔

5۔ درود شریف کا ورد: بانی سلسلہؒ نے خطوط کے ذریعے یہ ہدایت جاری فرمائی تھی کہ تمام بھائی روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا کریں۔ درود شریف چاہے ہر نماز کے بعد تھوڑا تھوڑا پڑھ لیا کریں یا ایک ہی نشست میں یہ تعداد پوری کر لیں۔ اس ورد کو پاس انفاس کے ذکر کی طرح چلتے پھرتے نہ کریں بلکہ باوضو بیٹھ کر تسبیح پر پڑھیں۔

قبلہ حضرتؒ نے فرمایا کہ کوئی سا بھی مختصر درود شریف چن لیں تاکہ مطلوبہ تعداد سہولت کے ساتھ پوری کی جا سکے۔ اس حکم کے بعد ایک مرتبہ راقم الحروف حاضر خدمت ہوا تو آپ ایک چارپائی پر بیٹھے، تسبیح ہاتھ میں لئے کچھ پڑھ رہے تھے۔ آپ نے خود ہی ارشاد فرمایا کہ ''درود شریف پڑھ رہا تھا۔ میں تو **صَلَّ اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه** پڑھتا ہوں آپ بھی یہی پڑھ لیا کریں''۔

اگرچہ آپ نے اپنے خطوط میں بھی کئی بھائیوں کو یہی درود شریف پڑھنے کے لئے لکھا لیکن پھر بھی محولہ بالا فرمان کے مطابق بھائیوں کو درود شریف کا انتخاب کرنے کی اجازت ہے۔

درود شریف پڑھنے کی بے شمار دنیوی اور روحانی برکات ہیں۔ سب سے بڑا انعام تو حضور کریم ﷺ سے قلبی تعلق قائم ہو جانا اور روحانی فیض کا ملنا ہے۔ اس کے علاوہ درود شریف کی برکت سے دنیوی کشائش بھی حاصل رہتی ہے۔

برادران سلسلہ! قبلہ انصاری صاحبؒ نے تعلیمات کو سہل کر کے ہم تک پہنچانے اور ہماری مکمل رہنمائی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ یوں سمجھیے کہ رہبری کا حق ادا کر دیا ہے

کمی ہے تو صرف ہمارے عمل کی۔توحیدیہ مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے صرف اور صرف ہمارا عمل درکار ہے۔یاد رکھیے اللہ اپنے کاموں کے لیے کسی کا محتاج نہیں ہے۔ یہ تو ہماری خوش نصیبی ہے کہ اللہ نے ہمیں اپنے دین کے کام کے لیے چنا ہے اور ہمیں موقع دیا ہے کہ ہم اللہ کی مخلوق کی خدمت کرتے ہوئے اس کے مقرب بندے بن جائیں۔ یہ جتنا عظیم کام ہے اس کا انعام بھی اتنا ہی عظیم ہے۔اور اس کے لیے عمل،جدوجہد اور قربانی بھی اتنی ہی عظیم درکار ہے۔مجھے اپنے بیٹوں اور بھائیوں سے پوری امید ہے کہ وہ میدان عمل سے پیچھے نہیں ہٹیں گے اور ربانی سلسلہ کے ویژن کے مطابق امت مسلمہ کی ترقی اور عروج کے لیے اپنا کردار ضرور ادا کریں گے۔

آئیے!اب اللہ جو کہ ہمارا رحیم و کریم آقا و مولا ہے اس سے دعا کریں کہ وہ سلسلہ توحیدیہ کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے،

ہمیں آپس میں پیار کرنے والا اور اپنے حلقے سے پیار کرنے والا بنائے ہمیں اپنے قرب کی بلند ترین منازل نصیب فرمائے۔مسلمانوں کو کفار و مشرکین کے مقابلہ میں غلبہ عطا فرمائے اور ہمیں اس ذلت و خواری سے جلد از جلد نجات عطا فرمائے۔آمین

خادم الفقراء

محمد یعقوب توحیدی

مرکز تعمیر ملت،گوجرانوالہ

18۔اکتوبر 2025ء

اقتباس از حقیقت وحدت الوجود

(خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ)

دُنیائے اسلام کے زوال کی بڑی بڑی وجوہات میں سے ایک بہت بڑی وجہ فقہی مسائل میں ائمہ فقہ کا باہمی اختلاف بھی ہے۔ اگر چہ ان ائمہ اربعہ نے فقہی مسائل کا فیصلہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں اپنی اپنی عقل اور علم کے مطابق کیا تھا اور جتنے بھی اختلافات تھے سب فروعی تھے، لیکن جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا عوام کسی ایک امام کی تقلید میں پختہ تر ہوتے گئے۔ یہاں تک کہ ساری ملت حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی چار فرقوں میں تقسیم ہوگئی اور آگے چل کر یہ اختلافات اس قدر شدید ہو گئے کہ ہر فرقہ اپنے آپ کو ناجی اور دوسروں کو ناری سمجھنے لگا۔ مرورِ ایام سے ان فرقوں میں اور شاخیں نکل آئیں اور تعداد روایتی بہتر فرقوں سے بھی کہیں زیادہ ہوگئی۔ ان میں سے بہت سے فرقے تو ختم ہو گئے اور بہت سے اب بھی باقی ہیں۔ تماشہ کی بات تو یہ ہے کہ اگر چہ یہ اختلافات بالکل فروعی اور بہت معمولی ہیں لیکن آپس کی مغائرت بلکہ منافرت اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ ایک فرقہ کا آدمی دوسرے فرقے والوں سے بات کرنا بلکہ ان کی مساجد میں نماز تک پڑھنا بھی گناہ سمجھتا ہے۔ اکثر مسجدوں کے دروازوں پر کتبے لگے ہوئے ہیں کہ یہ مسجد احناف ہے، یہ مسجد اہل حدیث ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگر کوئی مصیبت کا مارا غلطی سے کسی دوسرے فرقے کی مسجد میں چلا جائے۔ تو پٹائی تو شاید نہ ہو لیکن شرمندہ اور ذلیل ہو کر وہاں سے نکلنا ضرور پڑتا ہے۔ اب کوئی بتائے کہ ان مسجدوں کو مساجدِ ضِرار نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے۔ رونا تو یہ ہے کہ مسلمانوں میں اس عناد و فساد اور تفریق

وتخریب کا باعث علمائے دین کی وہ جماعت ہوئی اور اب بھی ہے جس کا کام، پیشہ بلکہ فرض منصبی ہی مسلمانوں کو متحد کرنا، متحد رکھنا اور صراطِ مستقیم پر چلاناتھا جس کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وارث ٹھہرایا اور خدا نے جس کی بابت فرمایا:

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ☆ (آل عمران آیت 104)

(ترجمہ) "اور تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو لوگوں کو خیر کی طرف بلائے "نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔"

مگر افسوس اس جماعت نے اپنا فرض ادا نہ کیا اور اُمت مسلمہ پارہ پارہ ہو کر رہ گئی

چون کفر از کعبه بر خیزد کجا ماند مسلمانی

اِدھر تو یہ علمائے دین تھے دوسری طرف اِن کے برخلاف صوفیائے کرام کی جماعت تھی جن میں بہتّر سے بھی کہیں زیادہ سلسلے اور خانوادے موجود تھے اور ہر سلسلہ میں ذکر وفکر، ریاضت ومجاہدہ اور تزکیہ اخلاق وتصفیہ قلب کے طریقے ایک دوسرے سے کافی مختلف تھے لیکن ان میں نہ کوئی عناد وفساد تھا نہ تفریق وتخریب۔ سب آپس میں بھائیوں کی طرح رہتے اور ایک دوسرے سے دِلی محبت کرتے تھے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ **"دو پادشاه دریک اقلیم نه گنجند و ده درویش دریک گلیم به خسپند"**۔ لیکن یہ حالت چھٹی صدی ہجری کے آخر تک رہی۔ اِس کے بعد تصوف اسلامی میں ایک ایسا عقیدہ ظہور پذیر ہوا جس نے صوفی حضرات کو بھی دو جماعتوں میں بانٹ دیا۔ اِس عقیدے کو وحدت الوجود کہتے ہیں۔ تصوف کو اس عقیدے سے جناب ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے متعارف کرایا تھا۔ حضرت ابن عربیؒ اپنے وقت کے یگانہ روزگار بزرگ تھے۔ وہ ۲۹ جولائی ۱۱۶۵ء مطابق ۵۶۰ھ میں

اُندلس کے شہر مُرسیہ میں پیدا ہوئے۔ آٹھ برس کی عمر میں مُرسیہ سے اشبیلیہ چلے گئے۔ وہاں ۳۷، ۳۸ برس کی عمر تک رہنے اور اکتساب علوم کے بعد مشرقی ممالک کی سیاحت کیلئے چل دیئے۔ مصر و عراق، شام اور دوسرے ممالک کی سیاحت کے بعد مکہ معظّمہ پہنچے۔ وہاں عرصہ تک قیام کرنے کے بعد "فتوحات مکیہ" لکھی۔ وہاں سے پھر اپنے وطن کی طرف مراجعت کی لیکن وطن نہ پہنچے بلکہ راستے ہی سے پھر واپس دوسرے ملکوں کی سیر کرتے ہوئے مصر آئے۔ اِس وقت تک آپ کی کتاب فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم بہت مشہور ہو چکی تھیں اور اس زمانہ کے علمائے دین اور صوفیائے کرام کے زیر نظر تھیں۔

چونکہ انہی کتابوں میں آپ نے وحدت الوجود کا مسئلہ تحریر فرمایا تھا اور وہ قرآن کی تعلیم سے ٹکراتا تھا۔ اِس لئے بہت سے علمائے دین مخالف ہو گئے چنانچہ یہ جب مصر پہنچے تو علمائے کرام نے ان کے کفر کا فتویٰ دیا اور سلطان مصر نے ان کے قتل کا حکم دے دیا۔ یہ بات ان کو بھی معلوم ہوگئی۔ وہ چپکے سے مصر سے نکل کر دمشق پہنچ گئے۔ باقی عمر وہیں درس و تدریس اور وعظ و نصیحت میں گذاری۔ آخر ۱۲۴۰ء مطابق ۶۳۸ ھ میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے۔

حضرت ابن عربیؒ بہت عظیم المرتبت عالم، ولی کامل اور چوٹی کے عارف باللہ تھے اور اس زمانہ کے علوم متداولہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے، بہت بڑے مفکر اور فلاسفر بھی تھے۔ تخلیق کائنات پر از روئے فلسفہ خوب غور و فکر کرنے کے بعد سلوک طے کیا اور فلسفہ و تصوف دونوں کے لحاظ سے اِس نتیجہ پر پہنچے کہ یہ ساری کائنات ایک وجود ہے اور یہی خدا ہے اور اس میں جو کثرت نظر آتی ہے یعنی جو لاکھوں اشیاء ظاہر ہوتی اور پھر اسی میں غائب ہو جاتی ہیں یہ سب اِسی ایک وجود کی مختلف شانیں یا تجلیات ہیں اور یہ سب اِسی وجود کا عین ہیں یعنی خدا ہیں۔ اِس بات کو جناب ابن عربیؒ نے بڑی شد و مدّ سے بیان اور ثابت کیا ہے اور

اصرار کیا ہے کہ یہی حقیقت ہے۔انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ یہ جو کچھ لکھا ہے اپنے مشاہدہ رُوحانی کی بناء پر لکھا ہے۔

اب اگر ان کے اس دعویٰ پر غور کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ جو کچھ ہے خدا ہے۔ یہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ یونہی رہے گا۔ گویا مخلوق کا تو کہیں وجود ہی نہیں ہے۔ظاہر ہے کہ یہ بات قرآن کی آیاتِ بیّنات کے بالکل خلاف ہے۔قرآن میں تو اللہ تعالیٰ نے بیسیوں جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں خالق ہوں اور میرے سوا جو کچھ بھی موجود ہے وہ سب مخلوق ہے اور میں نے ہی اسے پیدا کیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ علمائے دین نے اِن کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔اب ایک طرف تو ان کا یہ دعویٰ ہے اور دوسری طرف ان کا ورع و تقویٰ، شریعت وسنت کی پابندی اور اِن کی ذات سے کرامات کا ظہور متقاضی تھا کہ اِن کو ولی اللہ تسلیم کیا جائے چنانچہ علمائے دین اور صوفیائے کرام میں دو جماعتیں پیدا ہو گئیں ایک اُن کی تکفیر کرتی اور دوسری ان کو ولی کامل مانتی تھی یہ صورت آج تک باقی ہے۔

جناب ابنِ عربیؒ نے اپنی کتاب کے شروع میں ہی لکھ دیا ہے کہ ''جو شخص میری کتاب میں دی ہوئی اِصطلاحات اور منازل و مقامات سے واقف نہ ہو وہ ہرگز اس کتاب کو نہ پڑھے ورنہ ایمان خراب ہونے کا خطرہ ہے''۔لیکن ایسا لکھ دینے سے کیا ہوتا ہے۔عوام کا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔لوگوں نے کم علمی کی وجہ سے اُن کی کتابوں کو نہیں تو ان کتابوں کی تشریحات، جو دوسروں نے کی تھیں اُن کو خوب مزے لے لے کر پڑھا اور بزعم خود سمجھ لیا کہ ہم نے حقیقت کو پالیا ہے یعنی یہ کہ جو کچھ موجود ہے یہی خدا ہے اور اِس کے علاوہ خدا اور کوئی نہیں۔ مطلب یہ کہ ہم بھی خدا ہیں۔نعوذ باللہ۔

لطیفہ: میرے ایک دوست جو فلسفہ کے ایم اے تھے ایک دن مجھ سے وحدت الوجود

پر گفتگو کر رہے تھے جب میں نے ان کو ہر طرف سے لاجواب کر دیا تو کہنے لگے کہ "جو کچھ بھی ہو مجھ کو تو اگر ایک سیکنڈ کیلئے بھی یقین آ جائے کہ میں خدا نہیں ہوں تو میں فوراً مر جاؤں"۔ میں نے جواباً کہا کہ سبحان اللہ آپ بڑے اچھے خدا ہیں کہ آپ کو موت بھی آ سکتی ہے۔

حضرت ابن عربیؒ کے موافق اور مخالف لکھنے والے سینکڑوں ہی تھے لیکن خلاف لکھنے والوں میں امام ابن تیمیہؒ اور امام ذہبیؒ دو بزرگ ایسے تھے جن کی تحریریں آج بھی بطور سند پیش کی جاتی ہیں لیکن ابن عربیؒ کے قلم اور طرز نگارش و استدلال میں وہ زور تھا کہ اِس کے آگے کسی کی پیش نہ گئی اور نظریہ وحدت الوجود کو رفتہ رفتہ تمام اسلامی مما لک کے بہت سے علماء اور شیوخ نے بہ حیثیت ایک عقیدے کے قبول کر لیا۔ یہاں تک تو خیریت تھی لیکن علماء اور شیوخ سے نکل کر بات جب جاہل صوفیوں اور ان کے مریدوں تک پہنچی تو ایک طوفان بپا ہو گیا جو لوگ پہلے ہی سے شریعت کی پابندیوں اور حدود و قیود سے گریزاں تھے ان کے تو مزے آ گئے نماز نہ روزہ، حج نہ زکوٰۃ، خیر نہ شر جو جس کا دل چاہتا کر گزرتا۔

دو اڑھائی سو برس یہی طوفان بپا رہا کوئی پوچھنے اور ٹوکنے والا نہ تھا۔ حقیقتاً اِن جہلا میں سے ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ میں خدا ہوں اِس لئے اعمال کی تمام حدود و قیود سے مطلقاً آزاد ہوں جو چاہوں سو کروں خدا کیلئے عذاب و ثواب چہ معنی۔ علمائے ظاہر اگر کبھی روکتے ٹوکتے بھی تو اُن کا مذاق اُڑایا جاتا اور اُن کو برا بھلا بھی کہا جاتا۔ مرے پر سو دُرے۔ زمانہ چلتے چلتے مغل بادشاہ اکبر کے عہد تک پہنچ گیا۔ یہ بادشاہ صرف نام کا مسلمان اور ابوالفضل و فیضی جیسے "ہمہ اوستیوں" کا ذہنی غلام تھا اس کی حکمت عملی ہی یہ تھی کہ رعایا کی اکثریت یعنی ہندوؤں کو خوش رکھا جائے خواہ اسلام کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ چنانچہ مسلمانوں کی ہر طرح دِل شکنی اور ہندوؤں کی ہر طرح ہمت افزائی کی جاتی تھی۔ حتیٰ کہ جزیہ موقوف اور ذبیحہ گاؤ حکماً

بند کر دیا گیا تھا اور اگر کوئی گائے ذبح کر لیتا تو اس کو موت کی سزا دی جاتی تھی۔ بادشاہ کے گرد ایسے لوگ اکٹھے ہو گئے تھے جو وحی اور شریعت کے منکر تھے۔ بادشاہ خود علی الاعلان اسلام کی مخالفت کرتا اور احکام شرع کو احمقانہ بتاتا تھا۔ محلوں میں نماز اور اذان بند کر دی گئی تھی۔ کئی مسجدیں تو ڑ کر مندر بنا دی گئی تھیں۔ گائے کا گوشت حرام اور سؤر کا گوشت حلال قرار دیا گیا تھا کتے اور سؤر مظہر الٰہی سمجھے جاتے تھے۔ بادشاہ کے سامنے احمدؐ محمدؐ اور مصطفیٰؐ جیسے نام لینا جرم تھا استغفر اللہ۔ اُس وقت کے مفصل حالات کے لئے ''منتخب التواریخ'' پڑھنی چاہیے اس چھوٹے سے رسالہ میں اس سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہے۔

اکبر نے ویدوں اور اپانشدوں کا ترجمہ سنسکرت سے فارسی میں کرایا۔ ان میں وحدت الوجود پہلے ہی سے موجود تھا اب کیا تھا گھر گھر وحدت الوجود کا ڈنکا بجنے لگا۔ جو کوئی اس کے خلاف آواز اُٹھاتا گردن زدنی قرار پاتا۔ یہ امر واقعہ ہے کہ اگر سارے ہندوستان میں نہیں تو کم ازکم دربارِ اکبری اور اس کے زیر اثر حلقوں میں تو اسلام عملاً ختم ہو گیا تھا اور جہاں باقی تھا جانکنی میں مبتلا تھا۔ الغرض بے دینی اور الحاد انتہا تک پہنچ چکا تھا کہ اکبر کا انتقال ہو گیا اور جہانگیر سریر آرائے سلطنت ہوا۔

جہانگیر نے ہندو ماں کی گود میں آنکھ کھولی۔ جن حالات میں ہوش سنبھالا اور جس ماحول میں پرورش پائی اُس کے پیش نظر ہم اُس کے مذہبی خیالات اور دینی عقائد کا بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں۔ چنانچہ الحاد و لادینیت جو اس کو باپ سے ورثہ میں ملی تھی ویسے ہی جاری تھی بلکہ اس میں اور ترقی ہو رہی تھی کہ ایک دن چند مصاحبوں نے اُسے بتایا کہ ایک شخص جس کا نام شیخ احمد ہے اور جو اپنے آپ کو مجدّدِ وقت بھی کہتا ہے سرہند سے اس شہر میں وارد ہوا ہے وہ کہتا ہے کہ'' اے لوگو تم اور تمہارا بادشاہ سب کفر و ضلال میں مبتلا ہیں اور سیدھے دوزخ کی طرف جا رہے ہیں

۔اے لوگو! جلدی واپس لوٹو۔ان اقوال واعمال مشرکانہ سےتوبہ کرواور قرآن کےدامن میں پناہ لو۔ورنہ عذاب الٰہی میں مبتلا ہو گےاورجس طرح پہلی گمراہ قومیں تباہ ہوگئیں تم بھی تباہ ہوجاؤ گے‘‘۔یہ سن کر بادشاہ نے حکم دیا کہ اِس شخص کو حاضر کیا جائے۔اِس پر وزیر اعظم آصف جاہ نے کہا۔جہاں پناہ اِس شخص پر اس طرح ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں۔میں اس کے حالات سے واقف ہوں وہ بہت بڑا عالم دین اور ولی اللہ ہے۔حضور کے بہت سے امیر اور فوج کے افسر اِس کے مرید ہیں۔بہتر یہ ہے کہ پہلے اُس کے مریدوں کودوردراز مقامات پر بدل دیا جائے پھر اُس سے باز پرس کی جائے۔اِس پر بادشاہ نے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مریدوں اور معتقدوں کو پایہ تخت سے تبدیل کر کے دوردراز مقامات پر بھیج دیا۔اِس کے بعد مجدد صاحبؒ کو دربار میں طلب کیا۔

مجدد صاحبؒ کے تشریف لانے پر جہانگیر نے اُن سے چند سوالات کیے اور اُن کے معقول ومسکت جواب ملنے پر ان کونہایت عزت واحترام سے واپس جانے کی اجازت دے دی۔یہ بات حاسد درباریوں کو بری لگی۔اب اُنہوں نے دوسری طرح بادشاہ کے کان بھرنے شروع کیےاُنہوں نے کہا،جہاں پناہ اس شخص کے ایک لاکھ ہتھیار بند مرید ہیں۔اِس کےعلاوہ حضور کے بڑے بڑے امراءاور فوجی افسروں میں بھی اس کے بہت سے مرید ہیں۔اِس طرح یہ کسی وقت بھی سلطنت کے لئےخطرناک ثابت ہوسکتا ہےعلاوہ ازیں یہ اس قدر مغروراور بےادب ہے کہ اِس نے آپ کوتعظیمی سجدہ بھی نہیں کیا۔اِس پر جہانگیر نے مجدد صاحبؒ کو دوبارہ طلب کیااور حکم دیا کہ اِسے سجدہ کریں۔مجدّد صاحبؒ نے جواب دیا کہ سجدہ اللہ کے سوائے اور کسی کو بھی کسی حالت میں جائز نہیں۔علاوہ ازیں اے بادشاہ تو مجھ جیسا ہی ایک مجبور ومعذور انسان ہےتجھ کو سجدہ کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟بادشاہ اِس بات پر سخت

غضب ناک ہوا اور مجدّد صاحبؒ کو گوالیار کے قلعہ میں قید کر دیا۔ جہاں وہ دو برس محبوس رہے۔ مجدّد صاحبؒ کے مرید امراء اور افسروں کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ سخت برافروختہ ہوئے اور مہابت خان نے جو اُس وقت افغانستان کا حکمران تھا ہندوستان پر حملہ کر دیا۔ دریائے جہلم کے کنارے دونوں لشکروں میں جنگ ہوئی جس میں مہابت خان کو فتح ہوئی اور اس نے جہانگیر کو قید کر لیا۔ اس کی خبر مہابت خان نے گوالیار میں مجدّد صاحبؒ کو دی اور دریافت کیا کہ اب بادشاہ کیلئے کیا حکم ہے۔ مجدّد صاحبؒ نے جواب دیا کہ بادشاہ کو چھوڑ دو اور پورے احترام اور عزت کے ساتھ دارالخلافہ جانے دو اور اس کے فرمانبردار رہو۔ یہ تحریر بادشاہ کو دکھائی گئی تو وہ مجدد صاحبؒ کا معتقد ہو گیا اور ان کو آزاد کر کے اپنے پاس بلا بھیجا اور اپنا مصاحب بنا لیا۔ اس کے بعد مجدد صاحبؒ کی باقی عمر دربار ہی میں گزری اور وہ مرتے دم تک ترویج شریعت و سنت میں مصروف رہے۔

حضرت مجدّد الف ثانیؒ نے سب سے زیادہ جدوجہد وحدت الوجود کے خلاف کی کیونکہ ان کی دانست میں یہ عقیدہ ہی تمام خرابیوں کی جڑ تھا۔ مجدّد صاحبؒ کی تحریر و تقریر کا یہ اثر ہوا کہ حضرت ابن عربیؒ کے دلائل و براہین بھی ماند پڑ گئے اور وجودیوں کا زور و شور ختم ہو گیا اور ایک صدی تک کسی کی ہمت نہ ہوئی کہ تقریر یا تحریر میں مجدّد صاحبؒ کے خلاف کچھ کہتا یا لکھتا۔ تقریباً پوری ایک صدی بعد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام فیصلہ وحدت الوجود والشہود ہے اس میں شاہ صاحب نے وحدت الوجود یا وحدت الشہود کی تائید یا تردید میں کچھ نہیں لکھا بلکہ دونوں نظریات کی تطبیق کی ہے لیکن شاہ صاحب کے اس رسالہ کو کچھ زیادہ مقبولیت حاصل نہیں ہوئی بلکہ حضرت میر ناصرؒ، میر دردؒ اور مولوی غلام یحییٰؒ نے شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے رسالہ کی تردید میں کتابیں لکھیں اور ثابت کیا کہ وحدتُ الوجود

غلط او روحدت الشہو ددرست ہے۔اِس موضوع پر غالباً سب سے آخری کتاب جناب مولانا اشرف علی تھانویؒ نے لکھی ہے۔جس کا نام "التنبیھہ الطربی فی تنزیھہ ابن العربی" ہے۔حضرت تھانویؒ نے بھی دوٹوک فیصلہ نہیں کیا کہ کونسا نظریہ درست ہے اُنہوں نے صرف یہ التزام کیا ہے کہ فصوص الحکم میں حضرت ابنِ عربیؒ کے جو اقوال شرع کے خلاف اور ہدفِ اعتراضات ہیں ان کو لکھ کر حضرت ابن عربیؒ ہی کی کتاب سے ان کے وہ اقوال تحریر کر دیے ہیں جو خلاف شرع اقوال کی تردید کرتے ہیں۔

الغرض ابن عربیؒ کے زمانہ سے اب تک سینکڑوں ہی کتابیں تائیداور ترد ید میں لکھی گئیں مگر کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوسکا اور نہ غالباً آئندہ کبھی ہو سکے گا۔وجہ اس کی یہ ہے کہ وحدت الوجود کوئی عقلی مسئلہ نہیں کہ فلسفہ یا علم الکلام کی طرح عقلی دلائل سے ثابت یا ردّ کیا جا سکے۔یہ مسئلہ کشف سے بھی حل نہیں ہوسکتا کیونکہ کشف شاذو نا در ہی صاف صاف ہوتا ہے ورنہ اکثر اوقات تو رمز اور اشارہ کنائے میں ہوا کرتا ہے۔وحدت الوجود تو آنکھ سے نظر آنے کی چیز ہے اور مشاہدہ روحانی ہی سے ثابت ہوتا ہے یعنی سالک کو یہ دکھائی دیتا اور یہی اُس وقت مدرک ہوتا ہے کہ ساری کائنات صرف ایک وجود ہے اور وہی خدا ہے۔یہ ایک کیفیت ہے اور ''ہُو'' کے سب سے نچلے طبقہ میں سالک پر وارد ہوتی ہے۔اب جو سالک اُسی مقام پر رہ جاتا ہے آگے یعنی اور اوپر عرش کی طرف نہیں جاتا اُس کیلئے یہ جگہ مقام بن جاتی ہے ورنہ آگے جانے والوں کیلئے یہ ایک منزل ہے۔اب ہوا یہ کہ جناب ابن عربیؒ جب اس جگہ پہنچے تو وہ ہُو کو ذات سمجھ بیٹھے اور خیال کیا کہ میں ذات بحت تک پہنچ گیا ہوں اور آگے جانے کا ارادہ نہ کیا یہیں رخت سفر کھول دیا۔اب ان کا جتنا زیادہ عرصہ یہاں گزرا اتنا ہی ان کا یہ یقین پختہ ہوتا گیا کہ یہی ذات باری تعالیٰ ہے اور اس سے نیچے عالم مثال اور عالم مادی میں جو کچھ نظر

آ تا ہے وہ اسی ذات کی تجلیات یا شانیں ہیں اور ان سب کی اصل یہیں ہے۔مطلب یہ کہ ان کو عرفانی غلط فہمی ہوئی اور اُنہوں نے ایک کیفیت کو حقیقت سمجھ لیا۔اس بات کا ثبوت اُن کے ایک قول سے بھی ملتا ہے یعنی وہ فرماتے ہیں کہ ''اس سے آگے عدم ہے اور عدم میں وحدت کی تلاش سے سوائے تکلیف وصعوبت کے اور کچھ ہاتھ نہیں آتا''۔

برخلاف ان کے جناب مجدّد الف ثانیؒ جب اِس منزل پر پہنچے تو وہ بھی یہی سمجھے کہ یہی ذات اور کائنات کی حقیقت ہے لیکن وہ زیادہ عرصہ یہاں نہیں ٹھہرے اور اوپر عرش کی طرف روانہ ہوئے۔ جب ہُو کے سب سے اوپر والے طبقہ میں پہنچے اور خدا کے احکام، مخلوق کی ارواح اور فرشتوں کو اوپر سے آتا دیکھا جو نیچے عالم مثال اور عالم مادی کی طرف جاتے ہوئے یہاں سے گزرتے ہیں تو اُنہوں نے خیال کیا کہ مخلوق ذات باری تعالیٰ کا ظل یا سایہ ہے لیکن جب اور اُوپر عدم میں پہنچے تو ان کو اپنا یہ خیال بھی غلط معلوم ہوا۔اِس کے بعد انہوں نے عالم امر طے کیا عرش پر پہنچے اور ذات بحت کا مشاہدہ فرمایا تب اُن پر اصل حقیقت کھلی اور اُنہوں نے کہا کہ خدا اگر چہ کائنات کی ہر شے میں موجود ہے لیکن سب سے الگ ہے یعنی اپنا بالکل الگ وجود رکھتا ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ سب اُس کی مخلوق ہے اور یہی تعلیم قرآن کی بھی ہے۔انکے اس فہم وبصیرت کا ثبوت ان کے اِس قول سے ملتا ہے کہ ''پہلے میں بھی وحدت الوجود کو مانتا تھا لیکن جب میں نے آگے ترقی کی تو وحدت الوجود کی کیفیت مجھے بہت ادنیٰ نظر آئی اور مجھے یہ یقین حاصل ہوا کہ مخلوق خالق کا ظل ہے لیکن جب میں نے اور ترقی کی اور آخری مقام پر پہنچا تو مجھ پر اصل حقیقت کھلی اور مجھے معلوم ہو گیا کہ خدا، خدا ہے اور مخلوق، مخلوق ہے دونوں الگ الگ دو وجود ہیں''۔اس سے زیادہ صاف لکھنے کی نہ تو مجھ میں ہمت ہے نہ لیاقت۔قارئین کرام کی سمجھ میں اب بھی کچھ نہ آیا تو مجھے معاف فرمائیں اور کتاب

(وحدت الوجود) کا بغور مطالعہ فرمائیں جہاں یہ سب کچھ میں نے زیادہ صاف اور واضح طور پر تحریر کیا ہے۔اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے متعلق چند سطور لکھوں اور بتاؤں کہ مجھے یہ سب کچھ لکھنے کا حق اور استعداد کس طرح حاصل ہوئی۔

میں 1911ء میں جبکہ میری عمر اٹھارہ سال تھی خاندان نقشبندیہ مجدّدیہ میں بیعت ہوا اور سات آٹھ سال کی سخت اور متواتر جدوجہد کے بعد نقشبندیہ سلوک پورا کرلیا۔اِس سلوک سے طبیعت میں انکسار، تواضع اور کشف وکرامات تو حاصل ہوگئیں لیکن جس مقصد کیلئے بیعت ہوا تھا وہ حاصل نہ ہوا یعنی رویت باری تعالیٰ حاصل نہ ہوئی۔اِس کے بعد خاندان چشتیہ میں بیعت کی اور پانچ چھ سال میں یہ سلوک بھی طے کرلیا۔اِس سلوک سے طبیعت میں لطافت، اخلاق میں شیرینی، حسن اور جمالیات کا ادراک اور عشق ومحبت کا سوز وگداز تو میسر آ گیا لیکن رویت باری تعالیٰ یہاں بھی عنقا ہی رہی۔اِس کے بعد اور کسی سلسلہ میں بیعت تو نہ ہوا مگر قادریہ اور دوسرے کئی سلسلوں کے سلوک کا مطالعہ بالاستیعاب کیا۔لیکن رویت کے حصول کا وہاں بھی کوئی ذکر نہ تھا۔اب میں خاموش ہوکر بیٹھ گیا اور کسی لطیفہ غیبی کا منتظر رہا آخر کار اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور ایک بزرگ سے ملاقات کرادی۔یہ حضرت اویسی تھے نہ خود کسی سے بیعت تھے نہ بیعت فرماتے تھے اِس لئے بیعت تو نہ ہوسکا لیکن بیس پچیس سال اِن سے فیضِ کثیر ملتا رہا۔اب میں فیض تو اِن سے لیتا تھا لیکن ذکروفکر وغیرہ اپنے اسی پرانے سلسلے نقشبندیہ کا کرتا تھا۔اِس مرتبہ سلوک عجیب طرح سے طے ہوا۔یعنی ناسوت سے ذات بحت تک سارے راستے گردوپیش کے ماحول کو دیکھتا اور سمجھتا ہوا گزرا یعنی پہلے دوزخ کے طبقات دیکھے پھر علی الترتیب اعراف، ملکوت، جبروت، لاہوت اور ہاہوت کی جنتوں کی سیر کرتا ہوا ھُو کے نچلے طبقے میں داخل ہوا۔یہاں مجھ پر وحدتُ الوجود کی کیفیت طاری ہوئی۔یہ وہی کیفیت

ہے جس کو جناب ابن عربیؒ صاحب نے حقیقت فرمایا ہے۔ الحمدللہ کہ میں نے یہاں زیادہ قیام نہیں کیا ورنہ میں بھی وجودی ہو کر رہ جاتا۔ جب میں ھُو کی اوپر والی سطح پر پہنچا تو وہاں وہ کیفیت نظر آئی جس کو مجدد صاحبؒ نے ظلیّت کہا ہے۔ یہاں سے بھی جلدی ہی نجات مل گئی اس کے بعد میں کچھ عرصہ عدم میں رہا۔ لیکن برابر آگے بڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ عدم کو پار کر کے عالم امر میں داخل ہو گیا اور آخر کار ۲۶۔۲۷ برس کی متواتر کوشش کے بعد ۱۹۵۳ء میں اپنے مقصد حیات سے ہمکنار ہوا۔ الحمدللہ، جو چاہتا تھا مل گیا۔

یہ جو کچھ میں نے لکھا ہے بخدا اس خیال سے ہرگز نہیں لکھا کہ پڑھنے والوں پر اپنی بزرگی اور رُوحانیت و عرفان کا رُعب ڈالوں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وحدت الوجود کی حقیقت بغیر مشاہدے کے معلوم نہیں ہوسکتی اس کو وہی شخص اچھی طرح بیان کر سکتا ہے جس نے خود دیکھا اور سمجھا ہو۔ حضرت ابن عربیؒ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ نے جو کچھ دیکھا اور سمجھا اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اس لیے میں مجبور تھا کہ قارئین کو وحدت الوجود کی حقیقت کما حقہ، سمجھانے کیلئے وہ بھی لکھ دوں جو میں نے دیکھا اور سمجھا ہے۔ اس سے کم یا زیادہ میری اور کوئی غرض نہیں ہے۔ میں نام و نمود اور شہرت سے کوسوں دُور بھاگتا ہوں اور سچ تو یہ ہے کہ میں اگر اس چیز کا طالب ہوتا تو ذات بحت تک پہنچ ہی نہ سکتا راستہ ہی میں رہ جاتا۔

دوسری وجہ اپنا حال لکھنے کی یہ بھی ہے کہ دورانِ سلوک میں ہر قسم کے صوفیوں اور فقیروں کی صحبت میں بیٹھا کرتا تھا تو وہاں مجھ کو بڑی بڑی عجیب معلومات حاصل ہوئیں۔ میں نے ہر طرح اور ہر رنگ کے فقیر اور درویش دیکھے مثلاً قلندر، ملنگ، رند ولی، رقص و سرور کے رسیا، مئے ناب کے متوالے اور خصوصاً رسول شاہی جو نماز روزے کو منع کرتے اور شراب اور چرس وغیرہ کو جائز بلکہ ضروری سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ گناہ ثواب وغیرہ کوئی شے نہیں ہیں۔ شروع

میں تو میں اس بات پر بہت حیران ہوا کہ یہ کیسے لوگ ہیں کہ خلاف شرع افعال بھی کرتے ہیں اور ان سے کشف و کرامات بھی سرزد ہوتی ہیں لیکن رفتہ رفتہ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ سب لوگ وجودی یعنی وحدت الوجود کو حق ماننے والے ہیں۔مزید تحقیق سے مجھ پر کھلا کہ یہ لوگ اسلامی تصوف اور فقر محمدیؐ سے دور کا واسطہ بھی نہیں رکھتے۔ہندوؤں کے یوگ اور دوسری مشقوں کے ذریعہ روحانی طاقت پیدا کر لیتے ہیں۔

علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تصوف میں جو گند بعد کی صدیوں میں مل گیا ہے۔اس کا حال بھی مجھے معلوم ہو گیا اور اللہ کریم و کارساز نے صحیح قرآنی تصوف کا علم بھی مجھ کو عطا فرما دیا۔یہ سب کچھ جان لینے کے بعد میں نے اس بات کو اپنا فرض خیال کیا کہ اصل حقیقت اور سچ کو بے نقاب کر دوں۔اسی غرض سے میں نے ''تعمیر ملت'' لکھی جس سے راہِ خدا کے طالبوں کو بے اندازہ فائدہ ہوا اور ہو رہا ہے۔زیر نظر کتاب ''حقیقت وحدت الوجُوْد'' بھی میں نے اسی نیت سے لکھی ہے کہ متلاشیانِ حق غلط راہ پر پڑ کر گمراہ نہ ہونے پائیں۔یہ کتاب عالم فاضل لوگوں کیلئے نہیں بلکہ عوام کے لیے لکھی گئی ہے اسی لیے فلسفہ علم الکلام اور تصوف کی ادق اور مغلق،ناممکن الفہم اصطلاحات سے پاک ہے۔

آخر میں یہ اور عرض کر دوں کہ میں ایک بہت ہی عاجز و درماندہ،مجبور و معذور،گنہگار اور خطاوار انسان ہوں۔زیادہ پڑھا لکھا بھی نہیں ہوں نہ کوئی اور دوسری خوبی مجھ میں ہے۔اس پر بھی میرے آقا اور میرے پروردگار نے جو بیحد و شمار نعمتیں مجھے عطا فرمائی ہیں میں ہرگز ان کا مستحق اور اہل نہ تھا لیکن جس کو پیا چاہے وہی سہاگن ہے۔سچ ہے۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی انفرادیت

(قبلہ محمد صدیق ڈارؒ)

بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے جب دائرۂ تصوف میں قدم رکھا تو آپ کے مرشد نے انہیں پڑھنے اور کرنے کو اس قدر زیادہ بتایا کہ رات بھر جاگنے کے باوجود بھی اوراد پورے نہ ہو سکتے تھے۔ ملازمت کے دوران ان معمولات کو جاری رکھنے میں اور زیادہ دشواری پیش آئی۔ بہر حال سلوک طے کرنے تک اپنے ذاتی تجربہ اور تحقیق سے یہ بات آپ پر واضح ہوگئی کہ اللہ سے تعلق زبان سے ذکر کرنے کی کثرت پر اس قدر منحصر نہیں ہے جس قدر دل سے اس کو ہر وقت یاد رکھنے اور تزکیہ اخلاق کرنے پر منحصر ہے۔ چنانچہ آپ نے جب نئے سلسلے کی بنیاد ڈالی تو ذکر فکر اور مجاہدے کے تمام طریقوں میں ایسی تبدیلیاں پیدا کر دیں جو زمانہ حاضرہ کے مزاج اور آج کل کے تعلیم یافتہ لوگوں کے لیے موزوں اور آسان ترین ہیں۔ اس کے علاوہ ان تمام خرابیوں کو جو اسلامی تصوف میں شامل ہوگئی تھیں، دور کر کے سلسلہ عالیہ توحیدیہ کو صحیح قرآنی تصوف کا علم بردار بنا دیا۔ وہ تجدیدی اور اصلاحی اقدام جن کی وجہ سے اس نئے سلسلہ کو انفرادیت اور امتیاز حاصل ہوا حسب ذیل ہیں:

ا۔ دوسرے سلسلوں میں اوراد و وظائف ہزاروں بار نہیں لاکھوں بار پڑھنے کو بتائے جاتے ہیں۔ آج کل حصولِ معاش کے لیے صبح سے شام تک کام کرنا پڑتا ہے اور کئی لوگوں کو رات کی شفٹوں میں فرائض انجام دینے پڑتے ہیں۔ اتنے لمبے چوڑے وظیفے پڑھنا کسی طرح ممکن ہی نہیں۔

ہمارے سلسلے میں یہ طریقہ بتایا جاتا ہے کہ چوبیس گھنٹے میں جب بھی کوئی دماغی کام

نہیں کرر ہے اور خالی الذہن ہیں تو ہر سانس کے ساتھ اللہ اللہ کرتے رہیں اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہوں۔ اللہ کے ذکر کا یہی طریقہ قرآن میں بتایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ نفی اثبات کا طریقہ لا الہ الا اللہ کا ذکر بتایا جاتا ہے جو رات کی نمازوں میں کسی ایک کے بعد پندرہ بیس منٹ کے لیے کرنا ہوتا ہے، بس یہی ذکر ہیں۔ اللہ سے اپنی محبت کا رشتہ استوار کرنے کا اس سے زیادہ آسان طریقہ بھلا اور کیا ہوسکتا ہے؟

۲۔ پہلے زمانے میں بزرگ مریدوں کو نفس کشی کے لیے بھوکا رہنا، برسوں پیدل سفر کرنا، بھیک مانگنا، بھنگی کا کام کرنا اور محلوں میں جھاڑو دینا بتاتے تھے۔ ہمارے سلسلہ میں مجاہدے کے لیے یہ بتایا جاتا ہے کہ دو چیزیں چھوڑ دیں اور ان کی جگہ دو اختیار کرلیں۔ یعنی غصہ اور نفرت کو مکمل طور پر نفی کردیں اور عالمگیر محبت اور صداقت کو اپنا لیں۔ غصہ اور نفرت کو ترک کرنے کی مشق کے لیے کہیں باہر جانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ یہ تربیت گھر کی چاردیواری کے اندر بہترین طریقے سے ہوسکتی ہے۔

۳۔ دوسرے سلسلوں میں پیروں کی اس قدر عزت کی جاتی ہے کہ عبادت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ مریدوں سے نہ صرف پیروں بلکہ ان بزرگوں کی قبروں کو سجدے کروائے جاتے ہیں، ان کو مافوق الفطرت خیال کیا جاتا ہے، ان سے منتیں مانگی جاتی ہیں۔ مشکل کشائی اور حاجت روائی کے لیے ان کو پکارا جاتا ہے۔ ان کے نام کے وظیفے پڑھے جاتے ہیں اور کیا کچھ نہیں کیا جاتا۔ ان باتوں کو بُرا جاننے کی بجائے اولیائے کرام کو ماننے والوں کا شعار سمجھا جاتا ہے۔ بقول مولانا حالی مرحوم:

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر

جھکے آگ پہ بہر سجدہ تو کافر
کواکب کو مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس بات کو شرک اکبر جانتے ہیں۔ بزرگان عظام اور اولیائے کرام کی کرامات برحق اور ان کی دعاؤں کی مقبولیت مسلّم لیکن ہم مشکل کشا اور حاجت روا صرف اللہ کی ذات کو مانتے ہیں۔ شخصیت پرستی کی بنیاد کو ختم کرنے کے لیے خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے دوسرے بانیان سلسلہ ہائے تصوف کی روش سے ہٹ کر نئے سلسلہ کو اپنے نام سے منسوب کردینے کی بجائے کمال بے نفسی اور خلوص کے ساتھ اسے اللہ کی ذات بابرکات سے منسوب کرتے ہوئے ''توحیدیہ'' نام رکھا۔ ہمارے ہاں شیخ کو سجدہ کرنے، اس کی تعظیم کے لیے جھکنے اور اس کے پاؤں چھونے کی اجازت نہیں بلکہ اس کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونا بھی منع ہے۔

۴۔ ہمارے سلسلہ میں بانیٔ سلسلہ کی قبر پر نہ تو چادریں چڑھائی جاتی ہیں اور نہ ہی کسی کو قبر پرستی کی کوئی حرکت کرنے دی جاتی ہے۔ شیخ کی قبر پر عام اجتماع کی صورت میں، قوالی، قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کرنے کی بھی ممانعت ہے یہی وجہ ہے کہ ہمارے ہاں عرس کی رسم نہیں منائی جاتی۔

۵۔ ہمارے سلسلہ میں فقیرانہ وضع قطع کا لباس پہننے اور گوشہ نشینی کی زندگی بسر کرنے کی ہرگز اجازت نہیں۔ نہ ہی رہبانیت اور دنیا سے نفرت وحقارت کی تعلیم دی جاتی ہے بلکہ ایک متوازن زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی جاتی ہے۔ جس میں نہ تو دنیا کو ترک کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی اس میں غرق ہو جانے کی۔

مریدین کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ اپنے آپ کو ہر وقت عمل میں مشغول رکھیں۔مزید تعلیم اور مہارت حاصل کر کے اور فکر و تدبر کے بل بوتے پر ترقی کی نئی راہیں تلاش کریں۔دنیوی قدر و منزلت اور عزت و مرتبہ حاصل کرنے کے لیے بھرپور کوشش کریں۔اپنے فرائض منصبی اور حقوق العباد خوشی اور تن دہی سے پوری طرح ادا کریں۔مخلوق خدا کی خدمت کو اپنا شعار بنائیں۔حکومت کے عائد کردہ ٹیکس اور دیگر واجبات ایمانداری سے ادا کریں تا کہ آپ ایک محنتی، قابل اعتماد، دیانتدار انسان اور اچھے شہری ہونے کی حیثیت سے پہچانے جائیں۔

۶۔ دوسرے سلسلوں کی روحانی معراج اور آخری منزل کشف و کرامات کا حصول ہے لیکن ہمارے سلسلہ میں ان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔ہمارے سلسلے کا آخری مقصد اللہ کا قرب،عرفان اور لقاء کا حصول ہے۔

۷۔ ہمارے سلسلہ میں جماعتی تنظیم اور اجتماعی زندگی باقی سب جماعتوں سے کہیں زیادہ محکم اور مستحکم ہے۔ہمارے ہاں جماعت میں ہم رنگی اور ہم آہنگی برقرار رکھنے کے لیے بہت سے خلیفے بنا دینے کا دقیا نوسی طریقہ ختم کر دیا گیا ہے اور صرف ایک ہی خلیفہ بنایا جاتا ہے اور وہی شیخ کا جانشین بھی ہوتا ہے۔اس طرح جماعت چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں تقسیم ہو جانے کی بجائے ایک ہی مرکز پر قائم رہتی ہے۔ایک ہی قصبہ یا شہر میں بسنے والے جماعت کے افراد میں باہمی ربط و ضبط اور محبت کے فروغ کے لیے مقامی طور پر ہفتہ وار حلقۂ ذکر قائم کیا جاتا ہے تا کہ سب بھائی ہفتہ میں کم از کم ایک دن تو آپس میں مل بیٹھیں۔سالانہ اجتماع بھی اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ جن بھائیوں کو کبھی ملنے کا اتفاق نہیں ہوتا وہ وہاں مل کر ایک دوسرے کے نزدیک ہو جائیں اور یہ ملاقات ازدیادِ محبت کا باعث ہو۔وراثتی گدی نشینی کے نظام سے جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں ان سے ہر کوئی آگاہ ہے۔بانیٔ سلسلہ نے ”طریقت توحیدیہ“ اور

اپنے وصیت نامہ کے ذریعہ یہ آئین بنا دیا کہ حلقۂ توحیدیہ کے روحانی پیشوا کا منصب ہمیشہ کے لیے غیر وراثتی ہوگا۔ کوئی شیخ اپنے کسی رشتہ دار کو اپنا جانشین ہرگز نہ بنائے خواہ وہ اس کا اہل ہی کیوں نہ ہو۔

کوئی روحانی پیشوا کسی ایسے شخص کو اپنا جانشین نامزد نہیں کر سکے گا جو اس کے خاندان کا رکن ہو یا اس کے خاندان سے کوئی تعلق رکھتا ہو۔ جانشینی کے لیے یہ اہم اور بنیادی اصول ہوگا کہ جانشین رشتہ داری کے لحاظ سے بالکل باہر کا آدمی ہو۔

۸۔ ہمارے سلسلہ میں مریدوں کی تعداد بڑھانے کے لیے اندھا دھند ہر کسی کو بیعت نہیں کیا جاتا۔ جو شخص سلسلہ میں شامل ہونا چاہتا ہو، اسے کچھ عرصہ کے لیے پہلے طالب بنایا جاتا ہے تاکہ وہ سلسلہ کی تعلیم اور آداب و قواعد کو اچھی طرح سمجھ لے اور ان پر عمل کر کے دکھائے۔ کم از کم چھ ماہ کے لیے ضرور طالب رکھا جاتا ہے تاکہ وہ اس جماعت کے مقاصد اور اس کے ارکان کے اخلاق و کردار سے اچھی طرح آگاہ ہو سکے اور ہم بھی اسے پرکھ لیں کہ وہ حقیقتاً اللہ کے راستہ کا متلاشی ہے اور دنیوی اغراض و مقاصد کے لیے تو شامل نہیں ہونا چاہتا۔ جب طالب خوب ذوق شوق سے ذکر وغیرہ کرنے لگے اس میں روحانیت کے آثار پیدا ہو جائیں اور اس کا اخلاق سلسلہ کے کم از کم معیار پر پورا اترے تو اسے بیعت کر لیا جاتا ہے۔

۹۔ ہمارے سلسلہ میں غریب اور ضرورت مند بھائیوں کی مدد کے لیے ماہوار خیرات فنڈ قائم کیا گیا ہے جس میں ہر صاحب استطاعت بھائی اپنی آمدنی کے مطابق حصہ ڈالتا ہے جو لوگ مالی طور پر کمزور ہوں ان سے کچھ نہیں لیا جاتا بلکہ بوقت ضرورت ان کی مدد کی جاتی ہے۔ یہ فنڈ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم کی اشاعت اور دوسرے رفاہی اداروں کے قیام میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ فنڈ کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے۔ فنڈ کا روپیہ شیخ سلسلہ اور

ایک مرید (جو شیخ کا رشتہ دار نہ ہو) کے مشترک اکاؤنٹ میں بینک میں محفوظ رکھا جاتا ہے۔

۱۰۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تعلیم مذہبی گروہ بندیوں اور فرقہ واریت سے بالاتر اور وسعت قلب ونظر کی مظہر ہے۔ وہ تمام اختلافی موضوعات جن سے فی زمانہ محراب ومنبر کی رونق ہے اور جن کی وجہ سے دینی معرکے آراستہ کیے جاتے ہیں، وہ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ کی تصانیف میں ڈھونڈنے سے بھی نہ ملیں گے۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہ اختلافات دین کے اصولوں پر ہرگز نہیں ہیں بلکہ فروعات پر ہیں پھر بھی صبر وتحمل کے فقدان کے باعث آپس میں سر پھٹول ہوتی رہتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ فقہ نے اپنی اپنی سمجھ بوجھ اور بصیرت کے مطابق جس سنت کے حق میں دلائل اور روایات کو قوی سمجھا' اس کی صرف ترجیح کے حق میں فتویٰ دیا لیکن دوسرے مسالک کو کبھی بھی کسی نے غلط قرار دینے کی جرأت نہیں کی۔ اتنے متقی اور محتاط بزرگ غلط کہہ بھی کیونکر سکتے تھے جب کہ دوسرے طریقوں کے لیے بھی حضور ﷺ کی سنت ثابت ہونے کے دلائل موجود تھے اس مسئلہ کو ہم ذرا مختلف انداز سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ حضرت ہاجرہؑ اپنے فرزند حضرت اسماعیلؑ کی خاطر پانی کی تلاش کے لیے صفا و مروہ پر سات مرتبہ چڑھیں اور اتریں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ ادا بھا گئی تو صفا و مروہ کی سعی کا حکم فرما کر اس منظر کو تسلسل اور دوام عطا کر دیا۔ حضرت ہاجرہؑ بے شک ایک پیغمبر کی ماں تھیں لیکن خود تو پیغمبر نہیں تھیں۔ جب ان کے دنیوی کام کی ادا کی یہ قدر افزائی ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ جو خیر البشر، سید الانبیاء اور اللہ کے حبیب ہیں۔ ان کی تو ہر ہر ادا اللہ کو محبوب اور پیاری لگی ہوگی اور یہی وجہ ہے کہ وہ ان کی ہر ہر ادا کو جاری وساری رکھے ہوئے ہے، ہم ان فروعی اختلافات کو اسی محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں، چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ عرب ممالک میں لوگ فقہی اختلافات کے باوجود اکٹھے نماز پڑھتے ہیں۔ کسی نے ہاتھ سینے پر باندھے ہوتے ہیں کسی نے

ناف پر اور کوئی کھلے چھوڑ کر پڑھ رہا ہوتا ہے لیکن کوئی کسی کو ٹوکتا نہیں اور نہ یہ کہتا ہے کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ ان کے ہاں عموماً سلام پھیرنے کے بعد اپنے دونوں طرف بیٹھے بھائیوں سے مصافحہ کیا جاتا ہے اور ساتھ یہ دعا بھی دی جاتی ہے تقبل اللہ یعنی اللہ یہ نماز قبول فرمائے۔ اللہ ہمیں بھی ایسی سمجھ اور صبر عطا فرمائے۔ آمین!

یہی وجہ ہے کہ ہمارے سلسلہ میں ان اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے سب لوگ پیار سے رہتے ہیں اور جماعت کے ارکان آپس میں سگے بھائیوں سے زیادہ محبت کرتے ہیں۔ سب بھائی حکمت اور پیاری پیاری نصیحتوں سے ایک دوسرے کی اصلاح کا کام کرتے ہیں اور جو کوئی بحث مباحثہ میں الجھانا چاہتے ہیں اسے ہاتھ جوڑ کر سلام کرتے ہیں کیوں کہ بحث کرنا ہمارے مسلک میں منع ہے۔

اِلاَّ اللہ کی ضرب

تصوف میں لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـهُ کے ذکر کو نفی اثبات کا ذکر کہتے ہیں۔ اس ذکر کی غایت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل اور سویا ہوا دل جاگ اُٹھے اور اس میں اللہ تعالیٰ کے عشق کی حرارت اور سوز و گداز پیدا ہو جائے۔ ذکر کا پورا فائدہ اسی حالت میں پہنچ سکتا ہے جب لَآ اِلٰـه کہنے پر دماغ بالکل خالی ہو جائے اور کسی طرح کا بھی کوئی خیال اور تصور رہا قی نہ رہے اور جب اِلَّا اللّٰـه کی ضرب دل پر لگائی جائے تو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہی کا خیال ہو۔ سلوک کی راہ میں جو فناء فی اللہ، بقاء باللہ کی کیفیات آتی ہیں ان کو کوئی سالک اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کی نفی اور اثبات کامل نہ ہو جائیں۔ جتنی نفی کامل ہوگی اتنی ہی روحانی طاقت پیدا ہوگی اور جس قدر اثبات کامل ہوگا اتنا ہی سالک کو اللہ تعالیٰ کا

قرب، حضوری اور معرفت حاصل ہوگی ۔نفی جب تک مطلوبہ معیار کے مطابق نہ ہو، اثبات صحیح نہیں ہوسکتا۔یہی وجہ ہے کہ لَآ اِلٰـہَ کہتے وقت یہ خیال کرنا بہت سُودمند ہوتا ہے کہ کوئی بھی چیز کائنات میں موجود نہیں ۔یہ ہے کامل نفی اور اس کیفیت کو پختہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اس حالت میں چار یا پانچ سیکنڈ ضرور ٹھہرا جائے۔اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کسی سلیٹ پر پہلے ہی بہت سی تحریریں گڈمڈ کر کے لکھی ہوئی ہوں اس پر لفظ اللہ بھی لکھ دیا جائے تو وہ واضح طور پر دکھائی نہیں دے گا۔اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے سلیٹ کو پوری طرح صاف کیا جائے اور اس کے بعد اس پر اللہ کا پاک نام لکھا جائے ۔اسی طرح اِلَّا اللّٰہُ کی ضرب لگانے سے پہلے یہ امر بڑا اہم ہے کہ لوح خیال کو ہر نقش سے پاک کیا جائے تا کہ اللہ کا خیال پوری طرح واضح اور روشن ہو کر اُبھرے۔بقول شاعر:

لَآ کے جھاڑو سے نہ من کی جب تک ہو صفائی
اِلَّا الـلّٰـہ کی منزل تک نہ ہوگی کبھی رسائی

اس لئے تمام سالکینِ راہِ خدا کو چاہیے کہ نفی اثبات کا ذکر بڑی باریک بینی سے حرف بہ حرف قدم بہ قدم مرشد کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے۔ذکر کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اپنے دماغ کو دنیاوی وساوس اور خیالات سے فارغ کر کے پوری توجہ اللہ تعالٰی کے ذکر پر مرکوز کی جائے۔اس کے بعد ناف کے ایک انگشت نیچے سے لفظ ''لا'' شروع کرو۔اس وقت گردن جھک جانی چاہیے اب گردن اوپر اٹھاتے جاؤ اور لفظ ''لا'' کو آہستہ آہستہ کھینچتے ہوئے سینے سے اور پھر دماغ کے اندر گزارتے ہوئے اُم الدماغ یعنی کھوپڑی کی اندرونی سطح پر جا کر ختم کرو۔یہاں تک پہنچتے پہنچتے گردن تن جانی چاہیے اور سر کسی قدر

اُوپر اُٹھ جائے۔اب گردن کو داہنی طرف موڑو یہاں تک سر داہنے کندھے کی طرف خوب جُھک جائے۔اسی کے ساتھ لفظ ’’اِلٰہ‘‘ کہو اور خیال کرو کہ کوئی شے اور کوئی ہستی موجود نہیں ہے یہاں تک کہ نہ اللہ کا خیال رہے اور نہ اپنے وجود کا یعنی دماغ میں کوئی بھی خیال باقی نہ رہے، بالکل خالی ہو جائے۔یہ نفی کی کیفیت کہلاتی ہے یہاں وقفہ کرنا بہت ضروری ہے۔اس لیے یہاں چند سیکنڈ ٹھہرو۔بہتر ہے کہ لمبا سا سانس اندر کھینچو۔اس سے اگلا مرحلہ اثبات کا ہے اب گردن اور سر کو بائیں طرف قلب کی جانب پوری طاقت اور جھٹکے سے جھکا کر دل پر اِلاَّ اللّٰہُ کی ضرب لگاؤ اور فوراً یہ خیال کرو کہ صرف اللہ ہی اللہ موجود ہے اور اس کے سوا اور کچھ نہیں۔ اب دماغ میں صرف اللہ کا خیال باقی رہنا چاہیے یہ اثبات کی کیفیت ہے اور یہاں بھی چند سیکنڈ کا وقفہ لازمی ہے تا کہ اثبات میں ٹھہراؤ آ جائے۔بہتر ہے یہاں بھی ایک سانس اندر لے لیا جائے اور اس کے بعد نفی و اثبات کا اگلا دور اور ہر دور ناف کے نیچے ہی سے شروع کرنا بہت ضروری ہے۔دل بائیں چھاتی سے تھوڑا سا نیچے واقع ہے اور اسکی صورت پان کے پتے کی سی ہے اور تھوڑا سا بائیں پہلو کی طرف جھکا ہوا ہے۔پتے کی ڈنڈی والی جگہ کو دل کی پشت کہتے ہیں جو دائیں کندھے کی جانب سے آنے والی ’’اِلاَّ اللّٰـہ‘‘ کی ضرب کے عین سامنے ہے اور ضرب اسی جگہ لگانی چاہیے۔ضرب لگانے کے فوراً بعد یا تو یہ خیال کیا جائے کہ ضرب لگانے سے لفظ ’’اللہ‘‘ سنہری روشنائی سے قلب پر لکھا گیا ہے اور اس سے سنہری روشنی پھوٹ رہی ہے۔یا یہ خیال کیا جائے کہ ضرب لگانے سے دل سے نور کا زوردار چشمہ پھوٹا ہے جس کا نور پوری کائنات میں پھیل گیا ہے۔یا پھر ضرب لگانے پر یہ خیال ہی کافی ہے کہ صرف اللہ ہی موجود ہے اور ہر طرف پوری کائنات میں صرف اللہ ہی اللہ ہے۔ان میں سے جس طریقہ پر بھی خیال جم جائے وہی ٹھیک ہے۔ذکر نفی اثبات میں لَآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ کے چار حروف ہیں اور

نفی اثبات میں چار ہی مقامات آتے ہیں ۔ناف، اُم الدماغ ، داہنا کندھا اور دل ۔ پہلے دو حروف نفی کے ہیں جن کے معنی ہیں کہ کوئی الٰہ نہیں اور آخری دو الفاظ اثبات کے ہیں جن کے معنی ہیں لیکن اللہ ۔اس لئے پہلے دو الفاظ کے بعد نفی کا سٹاپ ہے اور وہاں ضرور ٹھہرنا ہوگا ذکر کی ابتدا ہر مرتبہ ناف کے ایک انگشت نیچے سے جو کہ مقامِ نفس سے ہوگی ۔یہاں سے لا کا سفر شروع ہو کر دوسرے مقام ام الدماغ پر ختم ہوگا لیکن یہاں وقفہ یا سٹاپ ہرگز نہیں بلکہ ایک موڑ ہے ۔اس موڑ سے نفی کے سفر کی سمت داہنے کندھے کی طرف الٰہ کہتے ہوئے طے ہوگی ۔ یہاں بالکل اندھیرا ہے اور یہاں وقفہ بھی ضروری ہے ۔وقفے کے بعد اگلا سفر اثبات کا ہے اور یہ بہت تیز رفتاری سے طے کرنا ہوتا ہے اور اس کی منزل قلب ہے ۔

وقفے کے بعد پوری قوت اور جھٹکے کے ساتھ ''اِلاَّ اللہ'' کی ضرب قلب کی پشت پر لگائی جائے گی ضرب تو اِلاَّ اللّٰـہ کی لگائی جائے گی لیکن خیال صرف اللہ کا کیا جائے گا ۔یہ نفی اثبات کے سفر کی حقیقی منزل ہے اس لئے یہاں تھوڑا سا وقفہ کرنا بہت ضروری ہے ۔صحیح ذکر کے لئے بھائیوں کو چاہیے کہ کلمہ طیبہ کے چار الفاظ کو ان کے اپنے اپنے مقام تک ضرور پہنچائیں ۔ جہاں ''لا'' کا سیدھا عمودی سفر ہے اسے اسی طرح طے کر کے نفس سے اُم الدماغ تک ضروری پہنچائیں ۔پھر دائیں طرف مڑیں اور الـٰہ کہتے ہوئے داہنے کندھے پر پہنچ کر نفی کا سفر مکمل کریں اور یہاں وقفہ کریں پھر اِلاَّ اللّٰہ کی ضرب سے اگلا سفر تیز رفتاری او رقوت سے طے کریں کہ دل پر جو ضرب لگے اس سے اللہ کے نور کا چشمہ پھوٹ پڑے اور وہ دل بینا بن جائے ۔

عشق کی اِک جست نے طے کر دیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

پروفیسر یوشیہدے کوزائی (Yoshihide Kozai)

اور قرآن میں نظامِ فلک کا توازن — ایک سائنسی و قرآنی مطالعہ

(ترتیب و تحقیق: شفیق احمد)

تعارف: جدید فلکیات (Astronomy) نے کائنات کے نظام کو سمجھنے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے، مگر یہ تمام تحقیقات آخر کار اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہیں کہ کائنات ایک منظم، متوازن اور قانونِ فطرت کے تابع نظام ہے۔ انہی عظیم سائنسدانوں میں ایک نام پروفیسر یوشیہدے کوزائی (Yoshihide Kozai, 1928–2018) کا ہے — جو جاپان کے نامور ماہرِ فلکیات اور آسمانی حرکات (Celestial Mechanics) کے بانی ماہرین میں شمار ہوتے ہیں۔

پروفیسر کوزائی نے 1962ء میں ایک نظریہ پیش کیا جو بعد میں کوزائی میکانزم (Kozai Mechanism) کے نام سے مشہور ہوا۔

یہ نظریہ آسمانی اجسام کے مداروں (orbits) کے اندر توازن، جھکاؤ اور انحراف کے قوانین کو بیان کرتا ہے، اور آج یہ نظریہ کائناتی استحکام (Cosmic Stability) کو سمجھنے کی بنیادی کلید بن چکا ہے۔ قرآنِ حکیم نے چودہ سو برس پہلے ہی ان اصولوں کو آیاتِ توازنِ فلک کی صورت میں بیان کیا — جنہیں جدید سائنس اب دریافت کر رہی ہے۔

کوزائی میکانزم — ایک سائنسی جائزہ:

کوزائی میکانزم، جسے جدید فلکیات میں Lidov–Kozai Oscillation بھی کہا جاتا ہے، دراصل یہ وضاحت کرتا ہے کہ:

جب کسی نظام میں تین آسمانی اجسام موجود ہوں — مثلاً ایک سیارہ، اس کا چاند، اور کوئی دور موجود تیسرا بڑا جسم (جیسے سورج) — تو ان کے درمیان کششِ ثقل کے اثرات مدار کے زاویوں اور اشکال میں ایک خاص توازن پیدا کرتے ہیں۔

سادہ الفاظ میں:

• مدار بیضوی (elliptical) ہوتے ہیں، مگر ان کی بیضویت وقت کے ساتھ بدلتی رہتی ہے۔

• یہ تبدیلی محض اتفاق نہیں بلکہ ایک ریاضیاتی ہم آہنگی (gravitational harmony) کے تابع ہوتی ہے۔

• اگر ایک مدار کا جھکاؤ (inclination) بڑھتا ہے تو اس کی بیضویت (eccentricity) کم ہوجاتی ہے، اور اگر جھکاؤ کم ہوتا ہے تو بیضویت بڑھ جاتی ہے۔

• یوں یہ دونوں خصوصیات (جھکاؤ اور انحراف) ہمیشہ ایک دوسرے کے توازن میں رہتی ہیں۔

یہ توازن کروڑوں سالوں تک نظامِ شمسی میں استحکام پیدا کرتا ہے۔

یہی وہ فلکیاتی "میزان" ہے جسے قرآن نے اللہ کی قدرت کی نشانی کہا ہے۔

قرآنِ حکیم میں فلکیاتی نظم و توازن:

قرآن کریم میں کئی مقامات پر کائنات کے توازن، نظم، مداروں، اور آسمانی قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ آیات آج کے سائنسی اصولوں، بشمول کوزائی میکازم، سے گہری مطابقت رکھتی ہیں۔ (الف) سورت الانبیاء — آیت 33

"وَهُوَ الَّذِی خَلَقَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ"

"اور وہی ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو پیدا کیا، ہر ایک اپنے اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔"

یہ آیت ایک واضح فلکیاتی حقیقت بیان کرتی ہے کہ تمام اجرامِ فلکی اپنے مخصوص مداروں میں حرکت کرتے ہیں۔کوزائی میکانزم اس حقیقت کو ریاضیاتی بنیاد پر سمجھاتا ہے کہ یہ مدارات متوازن قوتوں کے زیرِاثر مستحکم ہیں۔

(ب) سورت الرحمٰن – آیت 9-7

"وَالسَّمَاءَ رَفَعَهَا وَوَضَعَ الْمِيزَانَ أَلَّا تَطْغَوْا فِي الْمِيزَانِ"

''اور آسمان کو بلند کیا اور میزان قائم کی، تاکہ تم توازن میں خلل نہ ڈالو۔''

یہاں 'میزان' صرف اخلاقی عدل نہیں بلکہ کائناتی توازن (Cosmic Balance) کا استعارہ بھی ہے۔

اللہ نے آسمانی نظام میں ایسا میزان رکھا ہے جس سے کششِ ثقل، مدار، زاویے اور حرکات ہم آہنگ رہتے ہیں۔کوزائی میکانزم اسی 'میزانِ فلک'' کی سائنسی وضاحت ہے۔

(ج) سورت یٰس – آیت 40

"لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ"

یہ آیت فلکی اجسام کے حدودِ حرکات کو بیان کرتی ہے۔کہ کوئی جسم دوسرے کے مدار میں مداخلت نہیں کرتا۔کوزائی میکانزم یہی سائنسی اصول بیان کرتا ہے کہ مداروں کی جھکاؤ اور بیضویت میں تبدیلیاں ایک قدرتی توازن برقرار رکھتی ہیں تاکہ تصادم نہ ہو۔

(د) سورت الملک – آیت 3

"الَّذِي خَلَقَ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ طِبَاقًا مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَٰنِ مِن تَفَاوُتٍ"

"جس نے سات آسمان ایک دوسرے پر بنائے تم رحمان کی تخلیق میں کوئی بے ربطی نہیں دیکھو گے۔"

یہ آیت سائنسی طور پر کوزائی میکانزم کے مرکزی نکتہ کی تفسیر ہے کہ کائنات میں کوئی بے ربطی، بے توازن یا تصادفی حرکت نہیں۔ سب کچھ ایک منظم، خودکار، اور ریاضیاتی توازن میں قائم ہے۔قرآن اور کوزائی نظریہ —ایک تقابلی مطالعہ:

کوزائی کی سائنسی وضاحت	قرآن کا بیان	پہلو
مداروں میں قوتوں کا توازن برقرار	وَوَضَعَ الْمِيزَانَ	فلکی نظم و توازن
تمام اجسام کششِ ثقل کے تحت گردش میں	كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ	مداروں کی خودکار حرکت
نظامِ شمسی میں طویل مدتی استحکام	مَا تَرَى فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفَاوُتٍ	بے ربطی کا انکار
مداروں کی باہمی ہم آہنگی (Orbital Resonance)	لَا الشَّمْسُ يَنبَغِي لَهَا أَن تُدْرِكَ الْقَمَرَ	فلکی حدود و ترتیب

اسلامی مفکرین کی آراء:

ڈاکٹر موریس بوکایے (Dr. Maurice Bucaille) اپنی مشہور کتاب "The Bible, The Quran and Science" میں لکھتے ہیں: قرآن میں بیان کردہ کائناتی اصول اتنے ہم آہنگ ہیں کہ آج کی فلکیاتی تحقیق ان کی سچائی پر مہر لگاتی ہے۔ ہر چیز اپنے مدار میں حرکت کرتی ہے، یہ بات جدید فلکیات نے تجرباتی طور پر ثابت کر دی ہے۔

پروفیسر زغلول النجار (Naggar-Zaghloul El): وہ کہتے ہیں: "قرآن کا ذکر کردہ میزان دراصل وہ قوتِ توازن ہے جو اجرامِ فلکی کے مداروں کو برقرار رکھتی ہے۔

یہ وہی حقیقت ہے جسے جدید سائنس Gravitational Equilibrium کہتی ہے۔

یہ دونوں آراء کوزائی میکازم کی روح سے مطابقت رکھتی ہیں، جو فلکیاتی توازن کی سائنسی تشریح ہے۔

نتیجہ — سائنس بطور آیتِ قدرت: پروفیسر یوشیہدے کوزائی کی دریافت محض ایک سائنسی نظریہ نہیں، بلکہ کائناتی نظمِ الٰہی کا ریاضیاتی اظہار ہے۔ قرآن نے جن اصولوں کو "میزان"، "فلک"، اور "نظام" کے الفاظ میں بیان کیا، کوزائی میکازم انہی اصولوں کی عقلی و سائنسی تصدیق ہے۔

یہ حقیقت ہمیں یاد دلاتی ہے کہ:

"قرآن سائنسی کتاب نہیں، مگر سائنس کی ہر سچائی قرآن کی آیتِ قدرت ہے۔"

خلاصہ

- کائنات کا نظام محض اتفاق نہیں، بلکہ اللہ کے قائم کردہ توازن (میزان) پر قائم ہے۔
- کوزائی میکازم اسی توازنِ فلک کی سائنسی تشریح ہے۔
- قرآن اور جدید فلکیات ایک ہی حقیقت کے دو پہلو ہیں—

ایک وحی کی زبان میں، دوسرا ریاضی کی زبان میں۔

دعائے مغفرت

نوشہرہ ورکاں سے عبدالحمید (کپڑے والے) کے بھائی

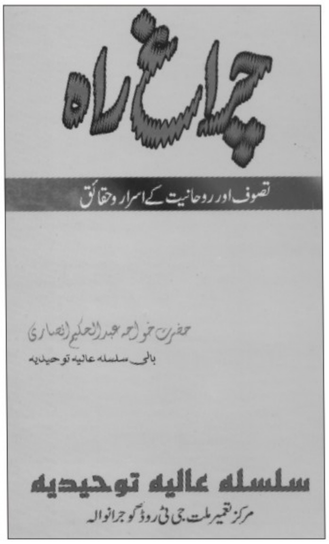
واہ کینٹ سے پیر خان توحیدی کے داماد

ملتان سے محمد اکرم کے ہم زلف

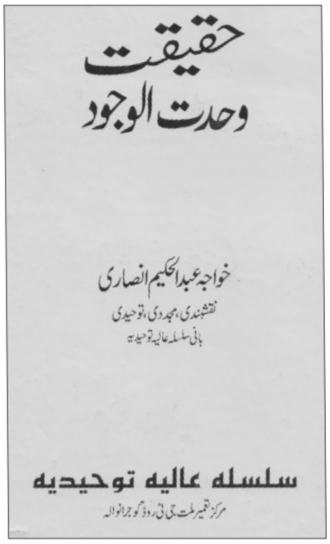
بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف



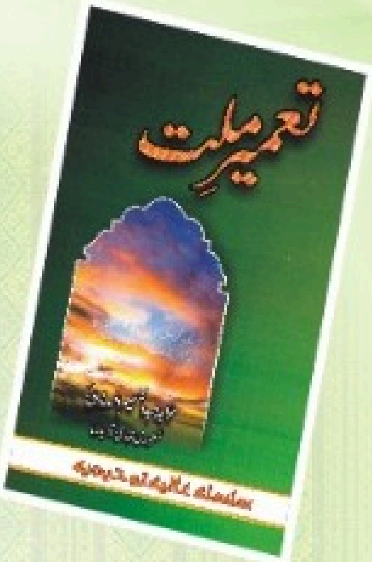
کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔



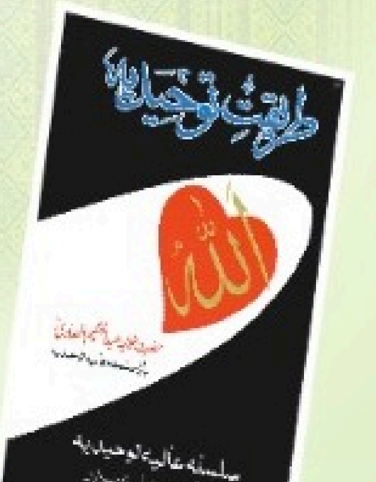
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کر دیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔

سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق و آداب کے اسرار و رموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔



یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہئے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کر دیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد و اذکار اور اعمال و اشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کر دیئے ہیں، جس پر عمل کر کے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کر سکتا ہے۔



Reg: CPL - 01

Website www.tauheediyah.com